فکر اسلامی کے فروغ میں امام احمد رضا کا کردار اور عصر حاضر

The Role of Imam Ahmad Raza in The Promotion of Islamic Thought and Current Era

Dr. Muhammad Naveed Iqbal
IRI Post-doctoral fellow, IIU Islamabad
Email: naveediqbalna79@gmail.com

Dr. Hafiz Abdul Haseeb
IRI Post-doctoral fellow, IIU Islamabad
Lecturer, Punjab Tianjin University of Technology Lahore
Email: dr.haseeb@ptut.edu.pk

ABSTRACT
Islamic thought is the name of deeply studying Islam externally and internally and presenting it to the world from different aspects not only as a religion but also as a thought and theory in life. Imam Ahmad Raza undoubtedly, was a great Mujadid, a great jurist and a great intellectual. He had a sensitive eye on the internal and external problems and difficulties of the Muslim Ummah. The focus of his thought and vision was that the Islamic thought should dominate every civilization of the world and the Muslim nation should be higher than every nation in the world. It is the wisdom of God that He blesses every great personality according to the needs and requirements of that time. In the era of Ghazali, philosophy was order of the day, so he was given full knowledge of Islamic wisdom and knowledge against crude principles of philosophy. During the reign of Mujadid Alf e Sani,there was an attack on the greatness of Tawheed, he was forced to express the indisputable truths of Tawheed. So he was equipped with intellectual and spiritual sciences. Similarly, in the 20th century, the honor of Prophet hood was attacked from four sides, by the Aryas, the British, and their fellow men, in this situation, ALLAH, whom blessed him with undeniable abilities of reasoning, and he was blessed with the teachings of the Holy Prophet, peace and blessings be upon him. He rendered great service in the promotion of Islamic thought. Ended the ways against the Shariah, and revealed the path of the Sunnah against the disbelievers.
Keywords: Islamic thought, Modern design, Reform, Society

ابتدائیہ:

اسلام کے آغاز سے ہی فکر اسلامی کے فروغ کا آغاز ہو گیا تھا ہر دور میں اہل علم نے فکر اسلامی کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا امام احمد رضا نے بیسوی صدی میں فکر اسلامی کے فروغ میں خدمات سر انجام دیں اور فکر اسلامی کے فروغ میں جو فتنے جنم لے رہے تھے ان کا سدباب کیا، گزشتہ دو سو سال سے جو تہذیب چھائی ہوئی ہے اس تہذیب نے انسان کا منتہائے نظر دنیوی ترقی اور مادی اقتدار تک محدود کر دیا ہے۔ آج جب دنیا میں ایک ارب سے زیادہ مسلمان ہیں جن کی اکثریت 50 سے زیادہ ملکوں میں رہتی ہے لیکن کسی جگہ بھی مکمل اسلامی نظام زندگی قائم نہیں

ہے، مسلمانوں کا جدید تعلیم یافتہ طبقہ پریس اور دوسرے ذرائع سے تہذیب حاضر کی مسلسل تربیت میں رہتا ہے اور یہی طبقہ مسلمان قوموں میں سیاسی برتری کا مالک ہے۔ یہ آزاد مسلم ممالک میں حکومت کرتا اور نظام تعلیم، پریس، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور سینما کے ذریعے عوام کی تربیت کرتا ہے اور دوسرے ممالک میں مسلمان اقلیتوں کا سیاسی اور ثقافتی رہنما ہے۔ یہ طبقہ ایمان کے غیر معمولی ضعف کا شکار ہے۔

فکر اسلامی

فکر دراصل انسانی غور و فکر کے نتیجے کا نام ہے۔ انسان جب بھی غور و فکر کے ذریعے کسی نتیجے تک پہنچتا ہے تو وہ اس کی فکر کے طور پر دیکھا جاتا ہے تفکر یا غور و فکر ایک ذہنی عمل ہے جس میں انسان اپنے تمام تر توہمات اور خیالات کو جھٹک کر کسی ایک خیال، نکتہ یا کسی مشاہدے کی گہرائی میں سفر کرتا اور اسی پر اپنی توجہ مرکوز رکھتا ہے۔ تمام ادیان اور خاص طور پر قرآن مجید میں فکر اسلامی پر زور دیا گیا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

"اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ"۔[1]

"بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور شب و روز کی گردش میں عقل سلیم والوں کے لئے (اللہ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں۔"

دراصل فکر انسانی میں ایسی قوت ادراک اور روشنی موجود ہے جو کسی ظاہر کے باطن کا، کسی حضور کے غیب کا مشاہدہ کر سکتی ہے اور اسلامی فکر کی پہچان کر سکتی ہے، فکر اسلامی جو صرف مسلمانوں کی اصلاح نہیں کرتی بلکہ تمام بندگان خدا کو خدا کی ہدایت کی طرف بلاتی ہے، اگرچہ عام مسلمانوں میں مذہب کا اثر زیادہ ہے لیکن تعلیم کی کمی کے سبب ابھی تہذیب جدید کی فکر اور نظام اقدار ان پر پوری طرح اثر انداز نہیں ہو سکا ہے۔ معاشی ترقی اور جدید تعلیم کے عام ہونے کے ساتھ لوگوں کا مذہب پر اثر کم ہوتا جاتا ہے، آج دنیا میں اللہ پر ایمان کمزور ہو چکا ہے اور اس کی ہدایت کی طرف رجوع مفقود یا محض رسمی ہو کر رہ گیا ہے۔

"فکری کاموں میں سر فہرست اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی صفات اور شان الوہیت کی تفہیم کا مسئلہ ہے۔ اس مسئلے پر اب تک ایسا لٹریچر نہیں پیش کیا جا سکا ہے جس میں دور حاضر کے منکرین خدا، تشککین (Skeptics) اور لاادریین (Agnostics) کے خیالات کو پوری طرح سامنے رکھا گیا ہو۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ہمارے مفکرین مغرب کے انسان کو اپنا مخاطب بنانے کا حوصلہ نہیں رکھتے تھے اور انہوں نے اپنے عوام کے ایمان باللہ کو ایک مسلم حقیقت اور اپنے دانش وروں کے شک و ریب کو محض مغرب سے مرعوبیت کا نتیجہ سمجھا۔[2]

عصر حاضر کا انسان غیب سے کتراتا ہے اور کسی ایسے علم کو جاننے سے پہلو بچاتا ہے جسے عقل و تجربے کی سند نہ حاصل

ہو، بیسویں صدی کے متعدد سائنس دانوں اور ماہرین نفسیات نے اس سطحیت اور کوتاہ نظری کے خلاف احتجاج کیا ہے اور معلوم کے بالمقابل مجہول کی وسعتوں پر زور دیا ہے۔ آج الحاد بڑھتا جارہا ہے جس سے فکر اسلامی کا فروغ رک جائے گا اس لیے ہمیں اپنے مطالعہ کو وسیع کرنا چاہیے اور فکر اسلامی کو فروغ دینے میں اہل علم کمربستہ رہیں اسی میں کامیابی ہے۔

فکر اسلامی کی تشکیل جدید

عصر حاضر میں فکرِ اسلامی کو ایک نئی ترتیب اور نئے رنگِ استدلال سے آج کی زبان اور اسلوبِ بیان سے مرتب کیا جائے کہ حقیقی معنی میں اسلامی فکر کی یہی تشکیلِ جدید ہو گی، تشکیلِ جدید کا خلاصہ دو لفظوں میں یہ ہے کہ مسائل ہمارے جدید ہوں اور دلائل قدیم تاکہ یہ تشکیل قائم کر کے ہم خلافتِ الٰہی اور نیابتِ نبوی کا حق ادا کر سکیں۔ فکرِ اسلامی کی تشکیلِ جدید کا یہ پہلا قدم ہے یا مرکزی نقطہ ہے جس سے ہمیں کام کا آغاز کرنا ہے اور اسی نقطہ پر اپنی تمام توانائیاں صرف کرنی ہیں۔ اس تشکیل جدید کے سلسلے میں دوسرا قدم وہ اصول اور قواعد کلیہ اور ضوابط ہیں جن کے نیچے منہاجِ نبوۃ کے تمام عقائد و احکام اور اخلاق و عبادات اور معاملات و اجتماعیات وغیرہ آئے ہیں تاکہ ہماری تشکیلِ جدید کا سرچشمہ وہی اصول ہوں جن سے مسائل کی تشکیلِ قدیم عمل میں آئی تھی۔

فکر اسلامی کا ارتقاء:

" فکری قوت انسان کے وجود کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے، یہی ہے جس کے ذریعہ انسان روحانی، عقلی اور غیبی مسائل میں رہنمائی پاتا ہے، اگر انسان سے تدبر، تعقل اور تفکر کا جوہر الگ کر دیا جائے؛ تو وہ کچھ نہیں، یہ ایک ایسی صلاحیت ہے، جس سے انسان بھلی بھانتی پہچانتا ہے، جسے پروان چڑھانے میں کائناتی نظام کا ہر ذرہ درپیش ہے، آغاز وانجام، وحی و عقل، حقیقت ومثال، زمان ومکان، آزادی وتقدیر اور حکمت وتاریخ کے اثرات اور جذب وانجذاب کا خاصہ کردار ہوتا ہے، قرآن کریم میں موجود سمع وبصر اور فواد کا تذکرہ اسی پیرایہ میں ہے؛ لیکن اس درمیان شریعت اسلامی اس کے مقام وحدود متعین کرتی ہے، فکر وذکر اور فکر وعمل کے بیچ متوازن راہ تلاش کرتی ہے، دراصل فکر اسلامی ہی تعلیمات اسلامی کی حقیقی ترجمان ہے"۔ [3]

سید اجتباء ندوی رقمطراز ہیں

"مسلم دانشوروں کی جانب سے قرآن وسنت کی روشنی میں عقلی طور پر اسلام اور اس کے پیغام کی تفسیر، وضاحت اور شرح کرنے کو فکر اسلامی یا نظریہ اسلام کہا جاتا ہے"۔ [4]

قرآن وسنت کے بغیر محض عقل کے ذریعے فکر اسلامی کو فروغ نہیں دیا جاسکتا۔ سب سے پہلے اسلامی فکر کی تدوین و

ترتیب میں اسلامی فکر کے اساسی اصول ہی کو سامنے رکھنا پڑے گا تاکہ ہماری تشکیل سے وہ ذوق فوت نہ ہونے پائے جو اِن اساسی اصول میں پیوست کیا گیا ہے۔ اگر تشکیل جدید میں یہ قواعد وضوابط نہ رہیں تو وہ اسلامی فکر کی تشکیل نہ ہو گی صرف دماغی فکر کی تشکیل ہو گی۔ جن اصولوں کا عمل سے کوئی تعلق نہ ہو، وہ محض ذہن کی زینت ہوں، عملی زندگی سے انہیں کوئی تعلق نہ ہو، اور کوئی عملی پروگرام بھی ان کے پیچھے نہ ہو تو شریعت نے یہ پسند نہیں کیا کہ ان میں زیادہ غور وخوض کیا جائے۔ مثلاً چاند کے گھٹنے بڑھنے کے بارے میں لوگوں نے سوال کیا تو قرآن نے اسلوبِ حکیم پر جواب دیا کہ اس کے منافع سے فائدہ اٹھاؤ، ان کے حقائق کے پیچھے مت پڑو۔

"يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ"۔ [5]

"آپ سے چاندوں کے حالات کی تحقیقات کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ وہ آلۂ شناختِ اوقات ہیں لوگوں کے لیے اور حج کے لیے۔"

روح کے بارے میں سوال کیا تو فرما دیا کہ تمہارا علم اتنا نہیں ہے کہ ان حقائق کو پہچان سکو، تو کیوں اس ناقابلِ تحمل بات کے پیچھے پڑتے ہو۔ یہ حقائق یا خود ہی عملی ریاضت سے منکشف ہو جائیں گی یا اگر نہ ہوں تو قیامت میں تم سے ان کا کوئی سوال نہ ہو گا کہ نجات ان پر موقوف نہیں تھی۔

"قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا"۔ [6]

"آپ فرما دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے بنی ہے اور تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔"

"حاصل یہ ہے کہ عملی زندگی محض اصول سے نہیں بنتی بلکہ جزئیاتِ عمل ہی سے بنتی ہے جس کی بر وقت تمرین اور ٹریننگ دی جائے۔ بہر حال فکرِ اسلامی کی تشکیل تو قابلِ تحسین ہے جس میں سب سے پہلا قدم نشانۂ فکر متعین کرنا ہے اور وہ منہاجِ نبوۃ ہے۔ دوسرا قدم اس منہاج میں فکر دوڑانے کے لیے اس کے اصول و قواعد درکار ہوں گے جس میں قواعد کلیہ اور فروعات فقہیہ سب داخل ہیں۔ تیسرا قدم اس مزاج کا پہچاننا ہے اور اسے سامنے رکھنا ہے جو ملت اسلامیہ کو بخشا گیا ہے اور اس پر اس کی صدیوں سے تربیت ہوتی آ رہی ہے۔ چوتھا قدم رجال فکر کا انتخاب ہے کہ فکر کا ظہور صاحبِ فکر ہی سے ہو سکتا ہے نہ کہ محض کاغذ کے نوشتوں سے اور پانچواں قدم ان ظاہری اور باطنی خصوصیات کی رعایت ہے جو اس منہاج کا جوہر اور اس کی خصوصیات ہیں"۔ [7]

عملی زندگی صرف اصولوں سے نہیں بنتی بلکہ جزئیات عمل سے بنتی ہے فکر اسلامی کی تشکیل جدید اچھی چیز ہے لیکن یہ قرآن وسنت کی روشنی میں ہونی چاہیے۔

امام احمد رضا کا فکر اسلامی کے فروغ میں کردار

امام احمد رضا خان جس طرح ایک بہترین عالم، مفتی، محدث اور فقیہ تھے اسی طرح آپ کا شمار دنیا کے بہترین اہل علم میں بھی ہوتا ہے، آپ نے قرآن وحدیث اور دیگر علوم سمیت سائنس وفلسفہ کے ذریعے بھی اسلام پر ہونے والے حملوں کا بھرپور جواب دیا، یہی وجہ ہے کہ علماء آپ کی تعریف میں کلمات کہنے کو اپنے لئے اعزاز سمجھتے ہیں۔

امام احمد رضا کی مہارت:

باطل نے جس محاذ پر دین اسلام پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی چاہے تھیوریز(Theories)اور نظریات کا لبادہ اوڑھ کر، چاہے فیشن وتہذیب کا بھیس بدل کر، چاہے فلسفہ اور سائنس کا روپ دھار کر امام احمد رضا نے اسے ہر موڑ پر پسپا کیا اور باطل کے دامِ فریب کو تار تار کیا آج ایسے ہی جذبے کی ضرورت ہے۔

پروفیسر عبد الشکور شاد:

"افغانستان" کی مشہور "کابل یونیورسٹی" کے پروفیسر عبد الشکور شاد نے اپنے تاثرات میں کہا کہ مولانا احمد رضا خان کی تمام تحریروں اور تصانیف کو جمع کرنے اور کیٹیلاگ کی شکل میں جمع کرنے اور ہندوستان، پاکستان اور افغانستان کی لائبریریوں میں رکھنے کی سخت ضرورت ہے"۔[8]

عصر حاضر میں کتب کا مطالعہ کم ہوتا جارہا ہے حالانکہ آج مطالعہ کرنا جدید ذرائع کے ذریعے بڑا آسان ہوگیا ہے اور اسی سے فکر اسلامی کا فروغ ہوگا۔

ایٹمی سائنسدان ڈاکٹر عبد القدیر خان:

ملکِ پاکستان کو ایٹمی طاقت بنانے والے دور حاضر کے عظیم سائنسدان ڈاکٹر عبد القدیر خان بھی امام احمد رضا خان کی علمی بالخصوص سائنسی تحقیقات کے معترف ہیں اور وقتاً فوقتاً اپنے تاثرات کا اظہار بھی فرماتے رہتے ہیں، آپ نے "روزنامہ جنگ" میں باقاعدہ ایک پورا کالم "فقید المثال مولانا احمد رضا خان" کے عنوان سے تحریر کیا جس میں آپ کی علمی خدمات کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں: مولانا احمد رضا خان نے لاتعداد سائنسی موضوعات پر مضامین ومقالے لکھے ہیں۔ آپ نے تخلیقِ انسانی، بائیوٹیکنالوجی وجنیٹکس، الٹرا ساؤنڈ مشین کے اصول کی تشریح، پی زوالیکٹرک کی وضاحت، ٹیلی کمیونیکشن کی وضاحت، فلوڈ ڈائنامکس کی تشریح، ٹوپولوجی (ریاضی کا مضمون)، چاند و سورج کی گردش، میٹرالوجی (چٹانوں کی ابتدائی ساخت)، دھاتوں کی تعریف، کورال (مرجان کی ساخت کی تفصیل)، زلزلوں کی وجوہات، مدوجزر کی وجوہات، وغیرہ تفصیل سے بیان کی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خان اپنے دور کے فقیہ، مفتی، محدّث، معلم، اعلیٰ مصنف تھے"۔[9]

فہم وفراست کے ساتھ امام احمد رضا نے دین متین کی خدمت کا فریضہ انجام دیا، آپ کی تحقیقات علمیہ سے استفادہ

کر کے قوم کی تعمیر و ترقی کا فریضہ انجام دیا جا سکتا ہے۔ آپ نے ایسے دور میں جب کہ انگریزی اقتدار کے اندھیرے چھا چکے تھے اپنے حوصلہ افزا افکار سے فکرِ اسلامی کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔۔ افق ہندستان پر جتنی تحریکیں ابھریں خواہ وہ دینی ہوں یا سیاسی، سماجی ہوں ہو یا تعلیمی یا فکری ان تمام سے متعلق امام احمد رضا کے افکار قرآن، حدیث اور تعلیمات سلف و صالحین کی روشنی میں قوم کی رہ نمائی کرتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ آپ کی خدمات سے استفادہ امت مسلمہ میں دینی بیداری اور باطل نظریات کے تدارک میں معاون اور ممکن العمل ہے۔ آپ نے قرآن مقدس کے چشمۂ صافی سے استفادہ کیا۔ کسی بھی علم و فن کا معاملہ ہو، آپ ہر ایک میں قرآن مقدس کو ہی اپنا رہنما بناتے ہیں، اسی سے رجوع و استفادہ کی ترغیب و تعلیم دیتے ہیں۔ اپنے معاصر دانش ور پروفیسر حاکم علی بی اے کو نصیحت آمیز انداز میں قرآنی احکام سے رجوع کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"محب فقیر سائنس یوں مسلمان نہ ہو گی کہ اسلامی مسائل کو آیات و نصوص میں تاویلات دور از کار کر کے سائنس کے مطابق کر لیا جائے۔ یوں تو معاذاللہ اسلام نے سائنس قبول کی، نہ کہ سائنس نے اسلام۔ وہ مسلمان ہو گی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل میں اسے خلاف ہے سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے۔ دلائل سائنس کو مردود و پامال کر دیا جائے۔ جابجا سائنس ہی کے اقوال سے اسلامی مسئلہ کا اثبات ہو۔ [10]"

نو مسلم دانش ور ڈاکٹر محمد ہارون:

یورپی نو مسلم دانش ور ڈاکٹر محمد ہارون، سابق پروفیسر کیمبرج یونی ورسٹی (م2008ء) نے مشاہدہ و مطالعہ کے بعد کہا تھا:

"آپ (امام احمد رضا) کا نظریہ تھا کہ سائنس کو کسی طرح بھی اسلام سے فائق اور بہتر تسلیم نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی کسی اسلامی نظریے، شریعت کے کسی جز یا اسلامی قانون سے گلو خلاصی کے لیے اِس کی کوئی دلیل مانی جا سکتی ہے۔ اگر چہ وہ (امام احمد رضا) خود سائنس میں خاصی مہارت رکھتے تھے لیکن اگر کوئی اسلام میں سائنس سے مطابقت پیدا کرنے کے لیے کوئی تبدیلی لانا چاہتا تھا آپ اُسے ٹھوس علمی دلائل سے جواب دیتے تھے۔ [11]"

تصنیفاتِ امام احمد رضا:

امام احمد رضا خان کو اللہ پاک نے علم و فضل کا وہ خزانہ عطا فرمایا تھا کہ آپ نے جس بھی علم یا فن پر قلم اٹھایا، تحقیق کے وہ دریا بہا دیئے کہ اس علم و فن کے ماہرین بھی حیران و پریشان ہو گئے اور آپ کے علم و فضل کا اعتراف کرتے چلے گئے اور کیوں نہ کرتے کہ جہاں یہ ماہرین اپنی عقل و خرد سے ایسے مسائلِ جدیدہ کا استخراج کرتے جو بعض اوقات قرآن و سنت کے ہی خلاف ہوتے، وہیں آپ قرآن و سنت کے ذریعے ان مسائلِ باطلہ کا رد فرماتے اور مزید

قرآن و سنت کی روشنی میں مسائلِ قدیمہ و جدیدہ پر ایسا کلام فرماتے کہ اپنے وقت کے سائنسدان بھی آپ کی تعریف کیے بغیر نہ رہ سکے، جہاں آپ نے دینی علوم پر تصانیف لکھ کر امت مسلمہ کو فائدہ پہنچایا وہیں دنیوی علوم پر آپ کی تصانیف آپ کی مہارت تامہ کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

19ویں صدی میں ہندستان پر قبضے کے بعد انگریز نے مسلمانوں کو ہر طریقے سے تباہ کرنے کے لیے لائحۂ عمل بنایا۔ داخلی و خارجی طور پر جو کچھ سازشیں اپنائی گئی تھیں ان کے زیر اثر مسلمان نیم جاں ہو چکے تھے۔ علم و فن، سیاست و تمدن کی راہ سے بھی اسلامی فکر و بصیرت چھیننے کے لیے انگریز نے ہر حربہ آزمایا۔ نظام تعلیم میں لادینی افکار رائج کیے گئے جس سے الحاد و بے دینی کو راہ ملی، اقبالؔ نے اسی تناظر میں کہا تھا:

"خوش تو ہیں ہم بھی جوانوں کی ترقی سے مگر
لبِ خنداں سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ
ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ"[12]

علم و فن کا جو تصور اسلام نے دیا اس کا مطالعہ یہ واضح کرتا ہے کہ دنیا میں جو کچھ علم و فن کی بہاریں ہیں وہ مسلم علماو محققین، اصحابِ علم و فن کی ہی بدولت ہیں۔ اسلام کے مقابل جتنے علوم رائج کیے گئے ان میں عمومی طور پر انسانیت کے لیے تباہی و بربادی کا پیغام ہے۔ دوسری طرف طبعی و سائنسی علوم کے ذریعے مسلمانوں نے وہ اصول و مبادیات وضع کیے جن سے ترقی کی راہیں ہموار ہوئیں۔ جب کہ اسی راہ پر جب یورپ چلا تو دنیا نے ایٹم کے منفی استعمال کا وہ تجربہ جھیلا جس سے انسانیت تار تار ہو کر رہ گئی سائنس جب تک اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اپنا سفر طے کرے گی، راحت پہنچائے گی۔

اہل یورپ کا کام چاہے ایجادات و اختراعات سے متعلق ہو یا سیاسی و سماجی مسائل سے متعلق ہو، اسلام دشمنی کا مظہر ہوتا ہے۔ انھیں استدلال کی اسی لیے تمیز نہیں کہ استدلال سے اسلام کی حقانیت و سچائی کا نور پھوٹتا ہے، بے شک! استدلال کی قوت اسلام میں ہے۔ اسلام سے رجوع میں ہی نجات ہے، اسی میں کامیابی ہے، اسی تناظر میں درج ذیل تصانیف رضا کا مطالعہ اور ان میں غور و خوض قوم کے تعلیمی و تعمیری ورثہ میں ترقی کا سبب بنے گا، ارباب علم و فکر ان تصانیف سے استفادہ کر کے قومی عروج و ترقی کے لیے ذہن سازی کریں:

1 (المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ...... تفسیری مباحث پر مبنی یہ کتاب ہندستان کے سیاسی حالات میں مسلمانوں کی اسلامی فکر سازی کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئ

2 (کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم...... عمرانیات و معاشیات کے موضوع پر عربی زبان میں تحریر کی، اردو ترجمہ بھی شایع ہے-مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئ

3 (کشف العلۃ عن سمت القبلۃ...... ہیئت و فلکیات کے موضوع پر اہم کتاب- مطبوعہ بریلی و کراچی و ممبئ

4 (فوز مبین دررد حرکت زمین...... حرکت زمین کے رد میں اسلامی سائنسی اصولوں پر مبنی ناقابل تردید دلائل سے آراستہ کتاب، مغربی فلاسفہ کے لیے آج بھی ایک علمی چیلنج- مطبوعہ بریلی و ممبئ و کراچی

5 (نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان...... قرآنی دلائل سے مزین ایمان افروز کتاب- مطبوعہ ممبئ و کراچی

6 (الکلمۃ الملہمہ فی الحکمۃ المحکمۃ...... فلاسفہ کے قدیم افکار کے رد میں تصنیف کی- مطبوعہ ممبئ و کراچی

7 (معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین...... سائنسی موضوع پر امریکی ہیئت داں البرٹ ایف پورٹا کی پیش گوئی کے رد میں سائنسی استدلال سے مزین تحریر- مطبوعہ بریلی و ممبئ و کراچی

8 (رسالہ در علم لوگارثم...... علم لوگارثم پر علمی دقائق سے پر تحریر- مطبوعہ ممبئ و کراچی

9 (مقامع الحدید علیٰ خد المنطق الجدید...... فلاسفہ و سائنس کے طبعی افکار پر اسلامی فکر و نظر کی توضیح- مطبوعہ مبارک پور، بریلی، ممبئ و لاہور

امام احمد رضا کی متعدد تصانیف ہیں ان میں علم و تحقیق کا دریا رواں دواں ہے، درجنوں علمی مباحث قلم رضا سے تحریر ہو کر منصۂ شہود پر آئے ہیں۔ تحقیقاتِ رضویہ کا فیضانِ علمی آج بھی رہبر و رہنما ہے۔ مجموعہ فتاویٰ "فتاویٰ رضویہ" (قدیم 12/ جلدیں- جدید 30/ جلدیں) تو علم و فن کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔

انگریز کی چال:

آپ نے ایسے عہد میں جب کہ انگریز نے اغوائے فکر کے تمام حربے آزما ڈالے تھے اسلامی عقائد و تعلیمات کی حفاظت و صیانت کے لیے ہزار کے قریب کتابیں قوم کو عطا کر کے وقت کی قدر سکھائی ہے۔ آپ کے نزدیک باطل عقائد سے پر کتابوں کا مطالعہ ناروا اور مضر ہے اور ان میں انہماک تضییع اوقات۔ امام احمد رضا ایسی تعلیم میں مشغول ہونا فضول اور حرام قرار دیتے ہیں، فرماتے ہیں:

"جو چیز اپنا دین و علم بقدر فرض سیکھنے میں مانع آئے حرام ہے اس طرح وہ کتابیں جن میں نصاریٰ کے عقائد باطلہ مثل انکار وجود آسمان وغیرہ درج ہیں ان کا پڑھنا بھی روا نہیں۔[13]"

موجودہ حالات میں جب کہ علم و فن حاصل کیے بغیر اسلام مخالف نظریات کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا ضروری ہے کہ مسلمان قرآن کے آئینے میں ہر علم و فن میں موشگافی کریں۔ دین کا علم پہلے حاصل کریں، اور پھر جدید علوم سائنس

وفلسفہ، معاشیات وسیاسیات، سماجیات وعمرانیات، حیاتیات وطبیعیات سبھی میں آگے بڑھیں، امام احمد رضا کی مبارک زندگی اس کی مثال ہے کہ ہر ہر علم وفن میں آپ یکتائے روزگار نظر آتے ہیں۔ آپ نے عہد غلامی میں حوصلہ افزا تاریخ رقم کی۔ سیوطی وغزالی، رازی وابن عربی، مجدد الف ثانی وشاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے علم کی یاد تازہ کر دی۔ گزری کئی صدیوں میں آپ جیسی تہ دار اور ہمہ جہت شخصیت کوئی اور نظر نہیں آتی۔ آپ کی تحقیقات و تحریرات میں موجودہ عہد کے مسائل کا حل موجود ہے اس لیے ایک صدی گزر جانے کے بعد بھی تصانیف رضا کی افادیت کم نہ ہوئی بلکہ زمانے کو ان کی ضرورت ہے۔ ان میں اسلاف کرام کی صدیوں کی کاوشات کا نچوڑ ہے۔

اسلامی بنیادوں پر سائنسی علوم کے احیا و فروغ کے لیے فکر رضا کی روشنی میں تلامذہ وخلفائے رضا نے بھی نمایاں کردار ادا کیا۔ مقصد یہی تھا کہ مسلمان جدید فتنوں کے مقابلہ کے لیے معاصر علوم سے آگاہ ہو کر اسلامی تعلیمات پر استقامت اختیار کر لیں۔ اسلام کے عظیم داعی شاگردِ رضا مولانا عبد العلیم میرٹھی رضوی فرماتے ہیں:

”رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف شنگھائی (Royal Asiatic Society of Shanghai) کے ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے میں نے واضح کیا تھا کہ سائنس اور مذہب کے باہمی تضاد کا مفروضہ صرف غلط فہمیوں کی بنیاد پر ہے اور مجھے انتہائی مسرت ہوئی کہ میری اس بات کو غیر معمولی طور پر سراہا گیا۔ بلاشبہ جن لوگوں کے نزدیک مذہب اور سائنس کے مابین تضاد موجود ہے وہ حقیقتاً مذہبی نظریہ کو غلط معانی دیتے ہیں، وہ دراصل مذہب نہیں ہے وہ دیومالائی قصے ہیں اور توہمات کے سوا کچھ نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مذہب بذاتِ خود ایک سائنس ہے۔[14]“

سائنس کا مطالعہ جب بھی قرآن کی روشنی میں کیا جائے گا اسلام کا حسن نکھر کر سامنے آئے گا، اسلام کی سچائی ذہن و فکر کی بزم کو روشن و منور کر دے گی۔ امام احمد رضا نے سائنس کی اسی مثبت حیثیت کو اجاگر کر کے قرآن سے مسلمانوں کو قریب کیا ہے۔ اور آپ کی مقبولیت کا یہ بھی ایک سبب ہے جس کی بنیاد پر اسلامی معاشرہ میں امام احمد رضا کے نام وکام کی گونج سنائی دیتے رہتی ہے۔ نو مسلم ڈاکٹر محمد ہارون نے اسلامی حکمت و دانائی کے تناظر میں مشنِ رضا کی اس خوبی کو اپنے مقالہ Islam and Limits of Science میں ان الفاظ میں اجاگر کیا ہے:

”ہمارا بنیادی مقصد بہر صورت یہ ہونا چاہیے کہ ہمیں پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حکمت و دانائی کو دوبارہ سے بحال کرنا ہے، یہ مقصد حیات حضرت امام احمد رضا خاں کا تھا۔[15]“

آج ہمیں اپنی زندگیوں کو فکر اسلامی کے فروغ میں وقف کرنا چاہیے۔ کامیابی صرف اسلام میں ہے، اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے میں ہے، امام احمد رضا کے نزدیک اسلامی احکام کو فوقیت حاصل تھی، وقت اور حالات کے دھارے اسی سبب آپ کی فکر کو زیر نہ کر سکے، آپ کی اسلامی حمیت کو ختم نہ کر سکے، اکابر نے باطل کی تیز و تند

آندھیوں سے چمن اسلام کی حفاظت کی خاطر جو قربانیاں پیش کیں انھیں کی جھلک امام احمد رضا نے زمانے کو دکھلا دی، حکیم محمد حسین بدر علیگ نے سچ کہا: "آپ نے وہی فریضہ ادا کیا جو حضرت مجدد الف ثانی اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہا اللہ نے اپنے وقت میں انجام دیا تھا۔[16]"

امام احمد رضا نے مسلمانوں کی معاشی و تعلیمی، اعتقادی و فکری رہ نمائی کی غرض سے 1331ھ /1912ء میں 4/ نکاتی منصوبہ "تدبیر فلاح و نجات و اصلاح" اور1330ھ / 1911ء میں دس نکاتی منصوبہ پیش کیا جس کا مقصد مسلمانوں میں اسلامی بصیرت کے ساتھ ساتھ تعلیمی استعداد و لیاقت پیدا کرنی تھی۔ بہر کیف !ان نکات میں قومی لحاظ سے رہ نمائی کا وہ ضابطہ موجود ہے جس میں آفاقیت کے ساتھ ساتھ قوت عمل کی تحریک بھی ہے۔اس وقت کے سیاسی حالات جن میں ایمانی بصیرت کے خاتمہ کے سامان کیے جا چکے تھے ان نکات میں حوصلہ افزا فکر کے ساتھ ساتھ اسلامی تشخص کا مکمل دستور بھی ملحوظ رکھا گیا، ان نکات کی بابت برطانوی دانشور ڈاکٹر محمد ہارون لکھتے ہیں:

"یہ تعلیمی پالیسی خواہ وہ ہمارے اپنے اداروں کا نظام تعلیم ہو یا دیگر لوگوں کا مقرر کردہ نظام تعلیم ہو، ہر ایک کے لیے یکساں اہمیت کی حامل ہے۔ اگرچہ امام احمد رضا نے یہ نکات تقریباً ایک صدی قبل پیش فرمائے تھے، لیکن ان کی اہمیت اور افادیت سے آج کے موجودہ نظام تعلیم میں بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔[17]"

اب حالات تیزی سے بدل رہے ہیں منفی افکار دم توڑ رہے ہیں امام احمد رضا نے فکر اسلامی کی حفاظت و ترجمانی میں جو عظیم ذخیرۂ علم عطا کیا ہے اس کی اشاعت و توسیع ہم سب کی ذمہ داری ہے، اس سے جہاں ہماری قومی تاریخ کا دھارا ارتقا پذیر ہو گا وہیں نسلِ نو کے لیے تعمیری ذہن سازی کا سبب بھی ہو گا۔ہمیں چاہیے کہ امام احمد رضا کے علمی نوادرات و آثار سے اکتساب فیض کریں۔ یہی ہم سب کی ذمہ داری ہے، یہی وقت اور حالات کا تقاضا ہے، ہر فن، ہر شعبۂ علم و تحقیق میں امام احمد رضا کے افکار کو رہنماء بنا لیا جائے تو یاسیت کے اندھیرے دم توڑ دیں گے اور امید کے اجالے ذہن و فکر میں خوش گوار انقلاب برپا کریں گے، تاریخ اسلام میں بارہا ایسے مواقع آئے ہیں کہ اسلام کے کلچر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا ہے لیکن بایں ہمہ مغلوب نہ ہو سکا اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ صوفیا کا اندازِ فکر فوراً اس کی مدد کو آ جاتا تھا اور اس کو اتنی قوت و توانائی بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔[18]

فکر اسلامی کے فروغ کے لیے اتحاد ضروری ہے اس کے بغیر فکر اسلامی کو فروغ نہیں دیا جا سکتا۔

توحید اور امام احمد رضا

امام احمد رضا نے فکر اسلامی کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا سجدہ صرف اللہ وحدہ لا شریک کا حق اور اسی کے ساتھ خاص ہے دوسرے کسی شخص کے لیے سجدہ قطعاً جائز نہیں ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

"فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ" ۔[19]

"تو جب میں اسے ٹھیک کرلوں اور میں اپنی طرف کی خاص معزز روح اس میں پھونک دوں تو اس کے لیے سجدے میں گر جانا"۔

یہ آیت اور اس سے اگلی آیت اس امت کے لوگوں کے لئے سجدۂ تعظیمی کے جواز کی دلیل نہیں بن سکتی، چنانچہ جو لوگ سجدۂ تعظیمی کو حضرت آدم اور حضرت یوسف کی شریعت کا حکم بتا کر اس کا جائز ہونا ثابت کرتے ہیں، ان کا رد کرتے ہوئے حضرت امام احمد رضا فرماتے ہیں' سرے سے اس کا آدم یا یوسف یا کسی نبی کی شریعت ہونے ہی کا ثبوت دے، اور ہر گز نہ دے سکے گا، آدم عَلَيْهِ السَّلَام کی آفرنیش سے پہلے رب عَزَّوَجَلَّ نے یہ حکم ملائکہ کو دیا تھا۔[20]

اسلام کا اساسی و بنیادی عقیدہ "عقیدہ توحید" کے متعلق امام احمد رضا کا عقیدہ و نظریہ کیا ہے اسے انہی کی زبانی معلوم کرتے ہیں. ویسے تو آپ کی ذات وزندگی کا ہر گوشہ ہیرے کی مثل ہے کہ جدھر سے پلٹ کر دیکھیں ایک الگ الگ رنگ و نقشہ نظر آئے گا مگر یہاں صرف عقیدہ توحید کے تعلق سے آپکا عقیدہ و نظریہ اور اس پر آپ کی خدمات : آپ نے ایک جامع رسالہ تحریر فرمایا ہے جو "الاعتقاد الأحباب فی الجمیل و المصطفی والال والأصحاب" کے نام سے مشہور و معروف ہے امام احمد رضا خان نے نہ صرف عظمتِ الوہیت پر پہرہ دیا بلکہ اس کا حق بھی ادا کیا چنانچہ شان الوہیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" حق سبحانہ وتبارک وتعالی شانہ واحد ہے نہ عدد سے، خالق ہے نہ علت سے، فعال ہے نہ جوارح سے، قریب ہے نہ مسافت سے، ملک ہے مگر بے وزیر، والی ہے بے مشیر، حیات و سمع وبصر و ارادہ وقدرت وعلم وغیرہا تمام صفات کمال سے ازلاً ابداً موصوف۔ تمام شیون وشین وعیب سے اولاً و آخراً بری۔ ذات پاک اس کی ندو ضد، شبیہ و مثل، کیف وکم، شکل و جسم وجہت ومکان و آمد وزمان سے منزہ۔ نہ والد ہے نہ مولود۔ نہ کوئی شے اس کے جوڑ کی۔ اور جس طرح ذات کریم اس کی مناسبت ذوات سے مبرا اسی طرح صفات کمالیہ اس کی مشابہتِ صفات سے معرا، مسلمان پر لا الہ الا اللہ ماننا، اللہ سبحانہ وتعالی کو احد، صمد، لاشریک لہ جاننا فرض اول و مدار ایمان ہے کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، نہ ذات میں کہ لا الہ الا اللہ، نہ صفات میں کہ لیس کمثلہ شیٔ، نہ اسماء میں کہ ھل تعلم لہ سمیاً نہ احکام میں کہ ولا یشرک فی حکمہ احداً، نہ افعال میں کہ ھل من خالق غیر اللہ، نہ سلطنت میں کہ ولم یکن لہ شریک فی الملک"۔[21]

اسلامی معاشرے میں عقیدہ توحید ہی وہ واحد عقیدہ ہے جس نے ملت اسلامیہ کو ایک لڑی میں پرو کر نا قابل تسخیر بنا دیا تھا۔ یہی تو وہ تصور ہے جس میں بادشاہ کی شان و شوکت اور فقیر کی ہیبت و سطوت تھی جیسا کہ شاعر مشرق نے فرمایا۔

"خودی کا سرِ نہاں لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ

خودی ہے تیغ، فساں لَآ اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ [22]

ایک شخص کو اس کے مریدین سجدہ کرتے ہیں اس سے دریافت کیا گیا کہ آپ مریدین کو سجدہ سے منع نہیں کرتے۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں مریدوں کو منع بھی نہیں کرتا اور حکم بھی نہیں کرتا۔ ان کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

"یہ شخص بہت خطا پر ہے۔ اس پر فرض ہے کہ مریدوں کو منع کرے۔ اور مریدوں پر فرض ہے کہ اس فعل حرام سے باز آئیں"۔[23]

سجود و معبود صرف اللہ کو ہی سمجھنا چاہیے، پچھلی شریعت میں جائز تھا، مگر ہماری شریعت میں ممنوع ہو گیا، یا غیر قوموں کا جو رواج ہے وہ بھی ہماری شریعت میں ممنوع ہے، ہمارے یہاں وحدانیت اور عبادۃ واطاعت محض اللہ کے لیے ہونے کا بہت اہتمام ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام آپ کی تعظیم اور تکریم میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے تھے، بلکہ صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو بھی بہت زیادہ قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے، چنانچہ جب کسی صحابی نے ابتدائے اسلام میں دیکھا کہ اہل کتاب اپنے پادریوں اور مذہبی رہنماؤں کو سجدہ کرتے ہیں تو انہوں نے سمجھا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس انداز سے تعظیم و تکریم اور عزت افزائی کے زیادہ حق دار ہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سجدہ کرنے سے منع فرمادیا۔ اگر مخلوق میں سے کسی کو سجدۂ تعظیمی کرنے کی اجازت ہوتی تو عورت کو حکم دیا جاتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے کیونکہ بیوی پر شوہر کے کثیر حُقوق ہیں جن کی ادائیگی سے وہ عاجز ہے چنانچہ امام ترمذی نقل کرتے ہیں: حضرت سیّدُنا ابوہریرہ سے روایت ہے، نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

" لَوْ كُنْتُ آمِرًا اَحَدًا اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا"۔[24]

اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

امام احمد رضا نے الزبدۃ الزکیہ فی تحریم سجود التحیہ نامی ایک رسالہ لکھا جس میں آپ فرماتے ہیں کہ سجدہ حضرت عزت جلالہ کے سوا کسی کیلئے نہیں. اس کے غیر کو سجدہ عبادت تو یقیناً اِجماعاً شرک مہین و کفر مبین اور سجدہء تحیت حرام و گناہ کبیرہ بالیقین اور اس کے کفر ہونے میں اختلاف علماء دین ایک فقہاء سے تکفیر منقول اور عند التحقیق وہ کفر صوری پر محمول ہے چنانچہ امام احمد رضا لکھتے ہیں:

"مسلمان اے مسلمان! اے شریعتِ مصطفوی کے تابعِ فرمان! جان کہ سجدہ حضرتِ عزت جَلَّ جَلَالُہٗ کے سوا کسی کے لیے نہیں، اُس کے غیر کو سجدۂ عبادت تو یقیناً اِجماعاً شرکِ مُہِین وکفرِ مُبِین ہے اور سجدۂ تَحِیَّتْ (تعظیمی) حرام اور یقیناً گناہِ کبیرہ ہے، اس کے کفر ہونے میں علمائے دین کا اختلاف ہے (یعنی گناہ کبیرہ ہونے میں اختلاف نہیں ہے)، ایک جماعتِ فقہاء سے اس کی تکفیر نقل کی گئی ہے"۔ غیر اللہ کے لیے سجدۂ عبادت تو مومن کے لیے ناقابلِ تصور

ہے ، انہوں نے سجدۂ تعظیمی کے حرام ہونے پر قرآن وسنت کی نصوص سے استدلال کرتے ہوئے "اَلزُّبدَۃُ الزَّکِیَّۃ لِتَحرِیمِ سُجُودِ التَّحِیَّۃ" کے نام سے ایک باقاعدہ رسالہ لکھا اور اس میں آپ نے فقہِ حنفی کی مسلّمہ کتبِ فتاویٰ وائمہٗ احناف کے حوالے سے لکھا: "عالموں اور بزرگوں کے سامنے زمین چومنا حرام ہے اور چومنے والا اور اس پر راضی ہونے والا دونوں گناہگار، کیونکہ یہ بت پرستی کے مشابہ ہے"۔ آپ مزید لکھتے ہیں: "زمین بوسی" حقیقۃً سجدہ نہیں ہے، کیونکہ سجدے میں پیشانی رکھنا ضروری ہے، جب یہ اس وجہ سے حرام اور بت پرستی کے مشابہ ہوئی کہ صورتاً سجدے کے قریب ہے، تو اندازہ لگائیے کہ خود سجدہ کس درجہ سخت حرام اور بت پرستی کا مشابہِ تامّ ہو گا۔[25]

آپ کی تصنیفات و تحریرات، ملفوظات و تحقیقات کو پڑھنے سے یہ بات اچھی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ہر ایک بات میں توحید و تقدیس الٰہی کو ملحوظ رکھا ہے. اس کے باوجود بھی کوئی اگر آپ پر شرک و بدعات کا گھٹیا و گھناؤنہ، بے بنیاد اور جھوٹا الزام عائد کرے تو یہ عدل و انصاف حق و صداقت کو زندہ ذبح کرنے کا مترادف ہے۔

امام احمد رضا اور ردِّ بدعات و منکَرات

بد قسمتی سے آج مزاراتِ اولیاء پر خرافات، منکرات، چرس و بھنگ، ڈھول تماشے، ناچ گانے اور رقص و سرور کی محافلیں سجائی جاتی ہیں، آج کل کچھ لوگ عقیدت میں آکر مزارات کو سجدہ کرتے ہیں اور اسلام کے اصول سے بے خبر ہیں کہ ہماری شریعت نے غیر اللہ کے لیے سجدۂ عبادت کو کفر و شرک اور سجدۂ تعظیمی کو حرام قرار دیا ہے۔ اس سلسلہ میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے "الزبدۃ الزکیۃ لتحریم سجود التحیۃ" کے نام سے ایک مبسوط رسالہ لکھا جس میں متعدد قرآنی آیات، چالیس احادیث مقدسہ اور تقریباً ڈیڑھ سو نصوص فقہیہ سے یہ ثابت کیا کہ عبادت کی نیت سے غیر اللہ کو سجدہ کرنا شرک و کفر ہے اور تعظیم کی نیت سے حرام ہے چنانچہ امام احمد رضا لکھتے ہیں:

"مزارات کو سجدۂ (تعظیمی) یا مزار کے سامنے زمین چومنا حرام اور حدِّ رکوع تک جھکنا ممنوع"' اولیائے کرام کے مزارات کی بات تو چھوڑیے 'وہ لکھتے ہیں: "زیارتِ روضہٗ انور سید اطہر ﷺ کے وقت نہ دیوارِ کریم کو ہاتھ لگائے 'نہ چُومے 'نہ اُس سے چمٹے 'نہ طواف کرے 'نہ زمین کو چومے کہ یہ سب قبیح بدعات ہیں"۔ شَرحِ لُباب کے حوالے سے لکھا: "رہا مزار کو سجدہ 'تو وہ حرامِ قطعی ہے 'زائر جاہلوں کے فعل سے دھوکہ نہ کھائے 'بلکہ علمائے با عمل کی پیروی کرے 'مزار کو بوسے میں (علماء کا) اختلاف ہے اور چھونا 'چمٹنا اُس کی مثل 'اَحوَط (شریعت کا محتاط ترین حکم) منع اور عِلّت (یعنی ممانعت کا سبب) خلافِ ادب ہونا"۔ فقہی حوالے کے ساتھ مزید لکھا: "مزار کو سجدۂ (تعظیمی) تو درکنار 'کسی قبر کے سامنے اللہ تعالیٰ کو سجدہ جائز نہیں 'اگرچہ قبلے کی طرف ہو (یعنی یہ بت پرستی کے مشابہ ہے) 'قبرستان میں نماز مکروہ 'کہ اس میں کسی قبر کی طرف رُخ ہو گا اور قبر کی طرف نماز مکروہ ہے؛ البتہ قبرستان میں مسجد یا نماز کا چبوترہ

بنا ہو' تو اس میں حرج نہیں ہے۔ قبر کی اونچائی کی بابت ان سے سوال ہوا تو لکھا: "خلافِ سنت ہے 'میرے والدِ ماجد' میری والدۂ ماجدہ اور بھائی کی قبریں دیکھیے' ایک بالشت سے اُونچی نہ ہوں گی"۔[26]

حضور ﷺ کے مزار شریف کی سنہری جالیوں کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو کہ خلافِ ادب ہے بلکہ جالی شریف سے چار ہاتھ فاصلہ سے زیادہ قریب نہ جاؤ۔ یہ ان کی رحمت کیا کم ہے کہ تم کو اپنے حضور بلایا' اپنے مواجہ اقدس میں جگہ بخشی۔ روضہ انور کا طواف نہ کرو' نہ سجدہ کرو' نہ اتنا جھکنا کہ رکوع کے برابر ہو۔ حضور کریم ﷺ کی تعظیم ان کی اطاعت میں ہے۔

مزارات پر چادر چڑھانے کے متعلق دریافت کیا تو جواب دیا جب چادر موجود ہو اور ہنوز (ابھی) پرانی یا خراب نہ ہوئی کہ بدلنے کی حاجت ہو تو بیکار چادر چڑھانا فضول ہے بلکہ جو دام (رقم) اس میں صرف کرنی وہ رقم للہ تعالیٰ کے ولی کی روح مبارک کو ایصال ثواب کے لئے کسی محتاج کو دیں۔

مزارات پر آتش بازی اسراف ہے اور اسراف (فضول خرچی) حرام ہے' کھانے کا ایسا لٹانا (پھینکنا) بے ادبی ہے اور بے ادبی محرومی ہے' تصنیع (دکھاوا) مال ہے اور تصنیع حرام۔

مزامیر (آلات موسیقی) یعنی آلات لہو و لعب بر وجہ لہو و لعب بلاشبہ حرام ہیں جن کی حرمت اولیاء و علماء دونوں فریق مقتداء کے کلمات عالیہ میں مصرح (پر مٹ کی حیثیت رکھتے ہیں)' ان کے سننے سنانے کے گناہ ہونے میں شک نہیں کہ بعد اصرار کبیرہ ہے اور حضرات علیہ سادات بہشت کبار سلسلہ عالیہ چشت کی طرف اس کی نسبت محض باطل و افتراء ہے۔

مجلس سماع (قوالی) میں اگر مزامیر (آلات موسیقی) نہ ہوں تو سماع جائز ہے اور وجد صادق (یعنی سچا) ہے اور حال غالب اور عقل مستور (یعنی زائل) اور اس عالم سے دور ہے تو اس پر تو قلم (یعنی کوئی حکم) ہی جاری نہیں ہوتا۔ اور اگر بہ تکلف وجد کرتا ہے تو حرام ہے اور بغیر اس کے ریا و اظہار کے لئے ہے تو جہنم کا مستحق ہے اور اگر صادقین (سچے لوگوں) کے ساتھ تشبیہ کی نیت خالصہ مقصود ہے کہ بنتے بنتے یہ بھی حقیقت بن جاتی ہے تو حسن و محمود ہے حضور کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہے۔

آج کل اولیاء اللہ اور بزرگوں کے مزارات پر دیکھا گیا ہے کہ لوگ عقیدت میں مزار کو بوسہ دیتے ہیں اور بعض لوگ جہالت کی انتہا کر دیتے ہیں کہ مزار کا طواف شروع کر دیتے ہیں۔ وہ اپنی اندھی عقیدت میں سب کچھ کر گزرتے ہیں جس کی شریعت نے قطعی اجازت نہیں دی۔

فرضی قبر کے متعلق سوال:

کیا فرضی مزار بنانا، اس پر چادر چڑھانا، فاتحہ پڑھنا اور اصل مزار کا سا ادب کرنا جائز ہے، آپ نے جواب میں لکھا: "یہ ناجائز اور بدعت ہے، اگر کوئی بزرگ کسی کو خواب میں مزار بنانے کا حکم دے، تو ایسے خوابوں کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں ہے"۔ بعض لوگ مستحبات میں مشغول ہو کر فرائض کو نظر انداز کر دیتے ہیں، آپ نے فتوح الغیب کے حوالے سے لکھا: "ایسے شخص کی سنتیں اور نوافل قبول نہیں ہیں"۔ آپ سے پوچھا گیا: کیا اللہ تعالیٰ کو عاشق اور نبی کریم ﷺ کو معشوق کہنا جائز ہے، آپ نے جواب میں لکھا: "عشق کے معنی اللہ تعالیٰ کے لیے محالِ قطعی ہیں، قرآن وسنت سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہے اور شرعی ثبوت کے بغیر اللہ کے لیے ایسے الفاظ کا استعمال قطعاً منع ہے۔[27]

امام احمد رضا نے اس بات کا رد کیا کہ جھوٹی قبر بنانا عقیدت کے طور پر جائز ہے۔

بعض لوگ مزارات پر جا کر بزرگوں کی قبروں کے سامنے نماز شروع کر دیتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ قبروں کے سامنے نماز پڑھنا جائز ہے، اگر فاضل کی تعلیمات کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات چڑھتے سورج سے بھی زیادہ روشن ہوتی ہے کہ انہوں نے اپنے فتاویٰ یا ملفوظات میں کہیں بھی اس امر کے جواز کا قول تحریر نہیں کیا۔ اس امر کے حرام ہونے کے سلسلے میں آپ احادیث سے استفادہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قبروں کی طرف نماز نہ پڑھو نہ ان پر بیٹھو۔[28]

آیات اور سورتوں کو معکوس (الٹ) پڑھنا:

بعض وظائف میں آیات اور سورتوں کو مَعکوس (اُلٹ) کرکے پڑھنا کیسا ہے ؟ اُنہوں نے فرمایا: "حرام اور اَشدّ حرام، کبیرہ اور سخت کبیرہ (گناہ) کفر کے قریب ہے، یہ تو درکنار سورتوں کی صرف ترتیب بدل کر پڑھنا، اس کی نسبت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "کیا ایسا کرنے والا ڈرتا نہیں کہ اللہ اس کے قلب کو اُلٹ دے، چہ جائے کہ آیات کو بالکل معکوس (اُلٹ) کرکے مُہمل (بے معنیٰ) بنا دینا"۔[29]

مزار کی چادریں:

عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ لوگ ایک ہی مزار پر روزانہ بیسیوں چادریں چڑھا دیتے ہیں، امام احمد رضا نے نہ صرف یہ کہ ایسے لوگوں کو درست طریقہ بتایا بلکہ ان چادروں کا صحیح مصرف بھی یوں ارشاد فرمایا: "جب چادر موجود ہو اور ہنوز پرانی یا خراب نہ ہوئی کہ بدلنے کی حاجت ہو تو بیکار چادر چڑھانا فضول ہے، بلکہ جو دام اس میں صرف کریں، اللہ تعالیٰ کے ولی کی روح کو ایصال ثواب کے لئے محتاج کو دیں"۔[30]

عورتوں کا مزارات اولیاء پر جانا :

عورتوں کے مزارات اولیاء اور عام قبروں پر جانے کے بارے میں سوالات کے جواب میں ارشاد فرمایا:

"عورتوں کے مزارات اولیاء، مقابر عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے"۔[31]

امام احمد رضا اور معاشی نظام کی اصلاح

معاش ہر انسان کی اہم ضرورت ہے۔ معاشی سرگرمیاں ابتداء سے ہی انسانی زندگی کا حصہ ہیں پھر ہر انسان اپنی ہر ضرورت کا کفیل نہیں لہذا اشیاء و خدمات کے باہمی تبادلے اور زر کا نظام وجود میں آیا۔ تہذیب و تمدن کے ارتقاء کے ساتھ یہ معاشی سرگرمیاں پیچیدہ تر ہوتی گئیں۔ اسلام نے بطور عالمگیر مذہب عبادات کے ساتھ معاملات کا بے نظیر نظام پیش کیا ہے۔ قانون اسلام کے ماہرین نے اپنے دور کے جدید معاشی مسائل کو تحقیق کا موضوع بنایا اور شرعی اصولوں کے مطابق معاشی سرگرمیوں کی تعلیمات دیں۔ امام احمد رضا اس وصف میں بھی نمایاں ہیں کہ انہوں نے مسلم امہ کے معاشی مسائل کے حل اسلامی اصولوں کے مطابق پیش کئے۔ آپ کی درجنوں تصانیف کا موضوع معاشی سرگرمیاں ہیں۔ تجارت کی اہمیت و افادیت ہر قوم کے نزدیک مسلم ہے۔ ملک و قوم کی خوشحالی اور معاشی استحکام میں تجارت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ آج امریکہ اور دوسرے مغربی ممالک جیسے برطانیہ، فرانس، روس، اٹلی، اور جرمنی نیز ایشیاء میں جاپان تجارت ہی کے سبب دنیا میں چھائے ہوئے ہیں۔ تجارت کی وجہ سے صنعت و حرفت، معاشیات یہاں تک کہ سائنس اور ٹیکنالوجی وغیرہ کے میدان میں بھی انقلابات رونما ہو رہے ہیں احادیث میں بھی تجارت اور تاجر کے حوالہ سے ذکر ملتا ہے چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا:

التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الْأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ ۔[32]

سچا اور امانت دار تاجر (قیامت کے دن) انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہو گا۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

عَلَيْكُمْ بِالتِّجَارَةِ فَإِنَّ فِيهَا تِسْعَةَ أَعْشَارِ الرِّزْقِ، ۔[33]

یعنی "تم پر تجارت کو اختیار کرنا لازم ہے کیوں کہ رزق کے دس میں سے نو حصے فقط اس میں ہیں"۔

معاشی طور پر مستحکم ممالک سیاسی اعتبار سے بھی طاقت پکڑ رہے ہیں۔ تجارت کے فروغ میں بینک کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ اس لئے کہ سرمایہ کے بغیر تجارت کا تصور بے کار ہے اور بینک نئے نئے کاروباری امور کو بڑھانے، کارخانوں، ملوں، نیز گھریلو صنعت و حرفت وغیرہ کے لئے تاجروں کو سرمایہ فراہم کرتے ہیں۔ موجودہ دور اقتصادی منصوبہ بندی کا دور ہے۔ مختلف ممالک میں ماہرین اقتصادیات ملکی وسائل کو مد نظر رکھتے ہوئے منصوبہ بندیوں میں لگے ہوئے ہیں۔ اقتصادی منصوبہ بندی میں منصوبہ کی تکمیل کے لئے کن ذرائع سے رقم حاصل کی جاسکتی ہے، اس پر

بھی خیال رکھا جاتا ہے اور اس کا سب سے آسان طریقہ ہے ملکی بچت یعنی ملک میں بچت کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ آج شہر شہر گاؤں گاؤں بینکوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ بینک عوام کی بچت کے سلسلے میں حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور ان کی رقوم ایک متعین منافع سود کی شرح پر بینکوں میں جمع کرتے ہیں اور پھر اس کثیر سرمایہ کو تاجروں، صنعت کاروں کو اپنے متعینہ سود کی شرح پر قرض دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اب حکومت چھوٹے کاریگروں اور معمولی دکانداروں اور گائوں میں خواتین تک کو چھوٹے چھوٹے کاروبار کرنے کے لئے قرض دے رہی ہے اور جانے کتنی تجارتی وصنعتی یونٹ قائم ہیں اور کتنی اسکیمیں چلائے جارہی ہیں۔

14 ویں صدی ہجری کے امام احمد رضانے بھی مسلمانوں کو تجارت، صنعت و حرف اور اپنے اسلامی بینکاری نظام کو فروغ دینے کی طرف متوجہ کیا ہے۔ انہوں نے اپنے اسلامی بینکاری نظام کو فروغ دینے کی طرف متوجہ کیا ہے۔ انہوں نے اپنے مختلف فتاویٰ اور تصانیف میں تجارت ، اقتصادیات اور معاشیات اور بینکاری کے نظریوں اور اصولوں پر روشنی ڈالی ہے۔ فتاویٰ رضویہ جلد 11 میں "المنی والدرلمن عمد منی آرڈر" عنوان پر مشتمل رسالے تجارتی و بینکاری نظام کے نظریات پر روشنی ڈالی ہے نیز زمین اور مکان کی خرید وفروخت اور رہن وغیرہ کے سلسلے میں مختلف حالات اور شرائط کے ساتھ تجارت کے جائز وناجائز ہونے کا حکم صادر فرمایا ہے۔[34]

مسلمانوں کی شرعی طور پر معاشی رُخ سے رہنمائی ورہبری کے لیے حضرت امام احمد رضا محدث علیہ الرحمہ نے کئی تجاویز پیش کیں۔ ایک صدی پیش تر جب کہ ملک پر انگریز قابض تھا، آپ نے انگریز کے ساتھ ہی مشرکین ہند کی مسلم دُشمنی کا پردہ چاک کیا۔ اور یہ فکر دی کہ مسلمان اپنی صنعت و حرفت اور تجارت و معیشت کو مضبوط کریں۔ روزگار کے ذرائع پیدا کریں۔ مسلم اقتصادی نظام کی ترقی کے لیے "تدبیر فلاح و نجات و اصلاح۔[35]" قلم بند کی جس کی اسی زمانے میں اشاعت بھی عمل میں آئی۔

امام احمد رضا ہی نے سب سے پہلے "غیر سودی اسلامی بینک کاری" کا نظریہ پیش کیا تھا۔ مسلمانوں کو معاشی طور پر مستحکم کرنے کے لیے مختصر ترین مگر فوائد جلیلہ سے مزین رسالہ "تدبیر فلاح و نجات و اصلاح" تحریر کرکے مسلمانوں کے معاشی استحکام کے لیے درج ذیل چار نکات پیش کیے:

"اولاً: باستثناان معدود باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہو اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیتے اپنے سب مقدمات اپنے آپ فیصل کرتے یہ کروروں روپے جو اسٹامپ و وکالت میں گھسے جاتے ہیں گھر کے گھر تباہ ہوگئے اور ہوئے جاتے ہیں محفوظ رہتے۔

ثانیاً: اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہتا۔ اپنی حرفت و تجارت کو ترقی دیتے کہ کسی

چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے یہ نہ ہوتا کہ یورپ وامریکا والے چھٹانک بھر تانبا کچھ صناعی کی گڑھت کر کے گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں۔

ثالثاً: بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدر آباد وغیرہ کے تونگر مسلمان اپنے بھائی مسلمانوں کے لیے بنک کھولتے سود شرع نے حرام قطعی فرمایا ہے مگر اور سو طریقے نفع لینے کے حلال فرمائے ہیں جن کا بیان کتب فقہ میں مفصل ہے اور اس کا ایک نہایت آسان طریقہ کتاب کفل الفقیہ الفاہم میں چھپ چکا ہے ان جائز طریقوں پر نفع بھی لیتے کہ انھیں بھی فائدہ پہنچتا اور ان کے بھائیوں کی بھی حاجت بر آتی اور آئے دن جو مسلمانوں کی جائدادیں بنیوں کی نذر ہوئی چلی جاتی ہیں ان سے بھی محفوظ رہتے اگر مدیون (مقروض) کی جائداد ہی لی جاتی مسلمان ہی کے پاس رہتی، یہ تو نہ ہوتا کہ مسلمان ننگے اور بنیے چنگے۔

رابعاً: سب سے زیادہ اہم سب کی جان سب کی اصل اعظم وہ دین متین تھا جس کی رسّی مضبوط تھامنے نے اگلوں کو ان مدارج عالیہ پر پہنچایا چار دانگ عالم میں ان کی ہیبت کا سکہ بٹھایا نان شبینہ کے محتاجوں کو بلند تاجوں کا مالک بنایا اور اسی کے چھوڑنے نے پچھلوں کو یوں چاہِ ذلت میں گرایا۔[36]

ماہرین معاشیات کے نزدیک امام احمد رضا کے یہ چار نکات بالخصوص اسلامیانِ ہند کے لیے بہت کار آمد اور نتیجہ خیز ہیں۔ ان پر عمل آوری سے مسلمان معاشی اور سیاسی طور پر اپنی عظمتِ رفتہ کی بازیابی کر سکتے ہیں۔ اسی طرح سیاسی طور پر آپ نے "کھوکھلے بائیکاٹ" کا بائیکاٹ کرتے ہوئے "مستحکم بائیکاٹ" کا نظریہ پیش کیا اور فرمایا کہ خلافت کی حمایت میں اگرچہ مسلمانانِ ہند انگریزی اور بدیسی اشیا کا بائیکاٹ کر رہے ہیں لیکن اس کے متبادل کے طور پر مشرکینِ ہند کی اشیا کے استعمال سے مشرکین ہند معاشی طور پر مضبوط ہوں گے؛ جو یقیناً ہمارے دشمن ہی ہیں۔ تو اس طرح کے کھوکھلے بائیکاٹ سے ہم اپنی ہی قبر اپنے ہاتھوں کھود رہے ہوتے ہیں کہ اپنے سے میلوں دور کافر کی معیشت کو تو کمزور کر رہے ہوتے ہیں مگر اپنے ارد گرد بلکہ اپنے سر پر منڈلانے والے مشرکین کو طاقت فراہم کر رہے ہوتے ہیں۔ اس لیے بائیکاٹ اس وقت پائیدار ہو گا جب ہم غیروں کی اشیا کے بائیکاٹ کے ساتھ ساتھ اس کے متبادل کے طور پر اپنا پروڈکٹ رکھتے ہوں۔

امام احمد رضا قرض میں طے کیے گئے نفع سے متعلق فرماتے ہیں: "قطعی سود اور یقینی حرام و گناہِ کبیرہ و خبیث و مردار ہے۔[37]

ایک مستفتی کے اس سوال کے جواب میں کہ ایسے حالات میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے، امام احمد رضا نے "تدبیرِ فلاح و نجات و اصلاح" (1331ھ/1912ء) کے نام سے ایک رسالہ لکھا۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ اس کا جواب میں کیا دے سکتا ہوں، اس کا جواب تو خود قرآن شریف میں درج ہے۔ "اللہ عزوجل نے تو مسلمانوں کی جان ومال، جنت کے عوض خریدے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ وَ اَمۡوَالَہُمۡ بِاَنَّ لَہُمُ الۡجَنَّۃَ ۔[38]

مگر ہم ہیں کہ مبیع (قیمت) دینے سے انکار اور ثمن (مال) کے خواستگار۔"

مسلمانوں کو تلقین و نصیحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" بہتر ہے کہ مسلمان اپنی سلامت روی پر قائم رہیں، کسی شریر قوم کی چال نہ سیکھیں، اپنے اوپر مفت کی بد گمانی کا موقع نہ دیں۔"

امام احمد رضا کی یہ نصیحت آج کے حالات میں بھی اتنی ہی مفید ہے جتنی ان کے دور کے حالات میں تھی۔ وہ مسلمانوں کو سلامت روی کی راہ پر گامزن رہنے اور ہر قسم کے فتنہ و فساد اور دہشت گردی کی راہ (جسے وہ شریر قوموں کا وطیرہ قرار دے رہے ہیں) سے خود کو علیحدہ رکھنے کی ہدایت دے رہے ہیں تاکہ خواہ مخواہ دوسری شریر اور دشمن قوموں کو جو طاقتور بھی ہیں، ان پر فتنہ پروری اور دہشت گردی کا لیبل لگاکر پریشان کرنے کا موقع ہاتھ نہ آسکے لہٰذا امام احمد رضا کے خیال میں ایسے حالات میں مسلمانوں کو چاہئے کہ جذبات کی رو میں بہہ جانے کے بجائے وہ پُر سکون اور پُر امن رہ کر اپنے تعمیری کاموں میں لگے رہیں اور خود کو معاشی، اقتصادی، علمی اور سیاسی طور پر طاقتور بنائیں تاکہ وقت آنے پر دشمن کے مقابل ہر طرح کے اسلحہ سے لیس ہو کر صف آراء ہو سکیں اور اپنا حقِ دفاع استعمال کر سکیں اور جہادِ زندگانی میں کامیاب و کامران رہیں۔

پھر امام صاحب نے ملتِ اسلامیہ کی اخلاقی، معاشی، تعلیمی اور سیاسی فلاح و بہبود کے لئے چار تجاویز پیش کیں جن کا معاشی اور اقتصادی پہلو کے اعتبار سے لب ولباب یہ ہے:

(1) مسلمان اپنے وسائل پس انداز کریں، غیر ضروری اور غیر پیداواری اخراجات سے اجتناب کریں۔ مسلمان اپنے معاملات خود طے کریں۔ یعنی غیر ملکی حکومتوں کی عدالتوں، سپر طاقتوں یا دشمنانِ اسلام کی ساختہ انجمنِ اقوام (مثلاً یو۔این۔او وغیرہ) کے دفتروں سے رجوع نہ کریں کیونکہ مسلمانوں کے حق میں کوئی فیصلہ ان سے صادر ہونے کی توقع ہی عبث ہے اور خواہ مخواہ مسلمانوں کے قیمتی وقت، مال اور دیگر وسائل کا ضیاع ہوگا۔ وہی وسائل ملکی ترقی، تعلیم، سرمایہ کاری اور پیداواری صلاحیتوں کو بڑھانے میں صرف ہو سکتا ہے جس سے مسلمان اور مسلمان ملکوں کی طاقت اور معاشی خوشحالی میں اضافہ ہوگا۔

(2) مسلمان ابتداً اپنے ملکوں کے تمام بڑے بڑے شہروں میں جدید خطوط پر اسلامی بینکاری کے نظام کا جال بچھائیں

تا کہ مسلمان اس سے استفادہ کرتے ہوئے ملکی اور بین الاقوامی سطح پر اپنی معیشت، تجارت اور صنعت و حرفت کو ترقی پذیر اور مستحکم بنا سکیں اور جب وہ اقتصادی اور معاشی طور پر مضبوط ہوں گے تو لامحالہ عسکری قوت کا توازن بھی ان کے حق میں ہو جائے گا۔

(3) مسلمان اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدیں۔ یعنی دشمنانِ اسلام، ہنود، یہود، نصاریٰ، مشرکین و کفار کی مصنوعات کا منصوبہ بند تجارتی بائیکاٹ کر کے صرف مسلمانوں اور مسلم ممالک کی مصنوعات کو فروغ دیں۔ اس طرح مسلمان تاجروں اور صنعتکاروں کو معاشی تحفظ ملے گا۔ اشیاء کی طلب کے ساتھ پیداوار میں اضافہ ہو گا، پیداوار میں اضافہ سے مسلمانوں کے روزگار اور آمدنیوں میں اضافہ ہو گا۔ مسلمان تاجروں کے کاروبار اور صنعت و حرفت کے فروغ کے ساتھ ساتھ مسلم ممالک کی اقتصادی قوت بین الاقوامی مارکیٹ میں دیگر قوموں کی معیشت کو متاثر کر کے تجارتی توازن اپنے حق میں برقرار رکھ سکے گی۔ اس نکتہ میں امام احمد رضا نے ایک بین الاقوامی مسلم مشترکہ منڈی کا تصور بھی پیش کیا ہے جسے علمِ معاشیات کی ایک نئی شاخ نظریہ وحدۃ التامیۃ الاقتصادیہ Theory of Economic Integration کہا جاتا ہے۔ واضح ہو کہ جنگِ عظیم دوم 1945-1946ء کے بعد جب معاہدہ روم کے تحت "یوروپین مشترکہ منڈی" کا قیام عمل میں آیا اس وقت ماہرین علماء اقتصادیات نے اس جدید نظریہ کو پیش کیا۔ حالانکہ امام احمد رضا 1912ء ہی میں اقتصادیات کی اس نئی شاخ سے مسلمانوں کو متعارف کرا چکے تھے۔

(4) مسلمان علمِ دین کی ترویج و اشاعت کریں۔ یہ نکتہ بھی بہت اہم ہے۔ امام احمد رضا نے فروغِ علمِ حقیقی و نورانی کی ترغیب دی ہے اور اس کے حصول کی تشویق پیدا کی ہے۔ اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو ایک لحاظ سے اس کا تعلق بھی مسلمانوں کی اقتصادیات اور سیاستِ مُدن سے ہے۔ پہلے تین نکات پر عمل کا جذبہ قومی اور ملی تصلب سے پیدا ہوتا ہے اور قومی تصلب و عصبیت کے لئے علمِ نافع کی تعلیم اور معاشرے میں اس کا فروغ لازم و ملزوم ہے تو اس طرح یہ آخری نکتہ بھی اقتصادیات و سیاستِ اسلامی سے متعلق ہے۔ جب ہم علومِ اسلامی کی تعلیم کی بات کرتے ہیں تو اس میں قرآن و سنت کے علاوہ اپنے دور کے وہ تمام عقلی و نقلی یعنی روایتی، سائنسی اور معاشرتی علوم شامل ہوتے ہیں جو کسی نہ کسی اعتبار سے دینِ اسلام کی اشاعت و تبلیغ، ملک و ملت اور معاشرے کے افراد کی ترقی اور ملک و قوم کی بقا اور قوت کے لئے معاون و مدد ہو سکتے ہیں یا بطورِ آلہ استعمال ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ دینِ اسلام دینِ فطرت ہے۔ یہ ایک کُل کا نام ہے۔ اس میں فرد، معاشرہ اور ملت کی حیات کے تمام گوشوں کا احاطہ ہے اور "علمِ دین" کا حصول انہی گوشوں کی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ اس لئے ہر زمانہ اور ہر دور بلکہ صبحِ قیامت تک انسان ایک خدا ترس اور پُر امن معاشرہ کی تکمیل کے لئے اس کے حصول کا محتاج رہے گا۔ محدثِ علیہ الرحمۃ اپنی تجاویز پیش کرنے اور اس کا معروضی تجزیہ

کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں:

یہ وجوہ ہیں، یہ اسباب ہیں۔ مرض کا علاج چاہنا اور سبب قائم رکھنا، حماقت نہیں تو کیا ہے، جس کی زندہ مثال یہ ترکوں کا تازہ واقعہ ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اہل الرائے ان وجوہ پر نظر فرمائیں اگر میرا خیال صحیح ہو تو ہر شہر و قصبے میں جلسہ کریں اور مسلمانوں کو ان چار باتوں پر قائم کردیں۔ پھر آپ کی (یعنی مسلمانوں کی) حالت خوبی کی طرف نہ بدلے تو شکایت کیجئے۔[39]"

یورپی و یہودی مصنوعات کا بائیکاٹ آج ہو رہا ہے، 1912ء میں امام احمد رضا نے "تدبیرِ فلاح و نجات و اصلاح" میں مسلم پروڈکٹس کے استعمال کی فکر دی تھی؛ صنعت و حرفت اور بینکنگ کی ترغیب دی تھی؛ جس پر عمل کیا جاتا تو مسلم معیشت Strong ہوتی۔ اور مسلمان یہود و نصاریٰ کے دستِ نگر نہیں ہوتے۔ آج سے تقریباً نوّے سال قبل مسلمانانِ عالم کی کس مپرسی، انتشار و افتراق، افراتفری اور بے پری کے وہی حالات تھے جو بعض اختلافات کے ساتھ آج ہیں، عرب ممالک چھوٹی چھوٹی حدبندیوں میں مختلف آزاد مملکتوں میں بٹ چکے تھے۔ افریقہ میں سلطنتِ ترکیہ کے بعض صوبوں پر اٹلی، فرانس اور جرمنی قابض ہو چکے تھے۔ ہندوستان میں 1857ء کی جنگِ آزادی اور سلطنتِ مغلیہ کے زوال کے بعد برطانوی سامراج کا نام نہاد "نہ ڈوبنے والا سورج" طلوع ہو چکا تھا۔ ہندوستان کے مسلمانوں کی حالت سیاسی اور معاشی اعتبار سے زیادہ ابتر تھی کہ مسلمان انگریزوں کے محکوم ہو چکے تھے اور انگریز اور ہندو دونوں مل کر مسلمانوں کے مفادات پر یلغار کر رہے تھے۔ غرضکہ جب اس دور کی "سیاسیاتِ حاضرہ" کی تماشہ گاہ پر نظر دوڑاتے ہیں تو مسلمان ہر طرف سے صاحبِ جبر و تسلط اور ظلم و استبداد کی حامل طاغوتی قوتوں کی مکر سامانیوں اور فریب کاریوں کے جال میں جکڑے نظر آتے ہیں۔ بعینہ بساطِ عالم کی سیاسیات کا نقشہ آج بھی ویسا ہی نظر آرہا ہے سوائے ایک تبدیلی کے کہ "یونین جیک" کی فسوں کاری کے بجائے اب "انکل سام" کی لمبی ہیٹ کا "میجک شو" دکھایا جارہا ہے۔ مسلمانوں کے سیاسی اور معاشی نشہ غلامی کو تیز تر کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور غلاموں کے قلب و دماغ کو "نیو ورلڈ آرڈر" اور "گلوبلائزیشن" کی بستیوں کی دیوارِ محبَس میں آسودہ رہنے کی تعلیم دی جارہی ہے۔ ایسے مایوس کن، تاریک اور اعصاب شکن حالات میں صاحبِ صدق و صفا، وارثِ علوم انبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام)، "قائما بالقسط" کی صفت سے متصف، "اولوا الامر منکم" کی تفسیرِ مجسم، اپنے عہد کے صاحبِ امروز، شیخ الاسلام والمسلمین، امام احمد رضا خاں محدثِ قدس سرہ کی دلوں کو ڈھارس دینے والی آواز گونجتی ہے کہ مسلمانو! گھبراو نہیں، مایوس ہونے کی ضرورت نہیں، اب بھی تم عظمتِ رفتہ کی سطوت و شوکت کو واپس لاسکتے ہو، بشرطِ کہ تم یہ عزم کرلو:

"تبدیل احکام الرحمن اور اختراعِ احکام الشیطان سے ہاتھ اُٹھاو، مشرکین (یہود و ہنود، نصاریٰ و دیگر دشمنانِ اسلام)

سے اتحاد توڑو، مرتدین کا ساتھ چھوڑو کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا دامن پاک تمہیں سایہ میں لے۔۔۔ دنیا ملے نہ ملے، دین تو ان کے صدقے میں ملے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا ادخُلُوا فِی السَّلمِ کَآفۃً وَّلَاتَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّیطَانِ اِنَّہ لَکُم عَدُوٌّ مُّبِین"۔[40]

امام احمد رضا نے انتباہ فرمایا کہ قرآنی ارشاد کے مطابق کافر و مشرک، یہود و نصاریٰ، آتش پرست و ستارہ پرست سب ہی مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ مخالفت کے یہ (تینوں) درجے ان (مسلمانوں) پر (دشمنانِ اسلام نے) طے کر دیئے اور ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں، خیر خواہ ہی سمجھے جاتے ہیں۔"

ذرا اس اقتباس کو آپ غور سے پڑھیں اور پھر دوبارہ پڑھیں کس قدر سچائی ہے اس میں! اور پھر آج کے حالات کے منظر نامے پر ایک نظر دوڑائیں۔ اس وقت دنیا میں روزانہ ظلماً ہلاک کئے جانے والوں میں سب سے زیادہ تعداد مسلمان شہداء کی ہے، کوسوو، بوسنیا، سربیا، کروشیا، کشمیر، فلسطین، چیچنیا، عراق، افغانستان، لبنان، شمالی اور وسطی افریقہ کے بعض وہ ممالک جہاں عیسائیوں کی حکومت ہے اور مسلمان اقلیت میں ہیں، یہ تمام خطہ ارض مسلمان شہداء کے خون سے رنگین ہے۔ امریکہ، برطانیہ، نیٹو، روس، یوروپین ممالک اور اس پر مستزاد امریکہ کا بغل بچہ یو۔این۔او، یہ سب لاکھوں لاکھ معصوم مسلمان مرد، عورت، بچوں اور بوڑھوں کی شہادت اور اربوں ڈالر کی ان کی جائداد کی تباہی کے ذمہ دار ہیں۔ پھر آپ دنیا کے مہاجرین (ہجرت شدہ افراد) کی شماریات پر نظر ڈالیں تو ان میں اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ اس وقت کشمیر، افغانستان، عراق، فلسطین، بوسنیا، چیچنیا، کوسووو، پر عملی طور سے ہندوستان، امریکہ برطانیہ، نیٹو (یوروپین ممالک)، اسرائیل اور روس کی افواج کا غاصبانہ قبضہ ہے۔ جہاں پر اقوام متحدہ کی افواج تعینات ہیں، وہاں بھی مسلمان دوسروں کے رحم و کرم پر ہیں اور اپنی فوج سے محروم ہیں۔ بلکہ ان جگہوں پر مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو سب سے زیادہ خطرہ میں ہے۔ اقوامِ متحدہ کا کام صرف ان ملکوں کی سرحدی سڑکوں کی سیر اور دوربین سے دونوں اطراف کے قدرتی مناظر کا نظارہ کرنا ہے۔ کوسووو، بوسنیا، سربیا، کروشیا اور اب لبنان میں اسی فوج نے لاکھوں مسلمانوں کو اپنی نگاہوں کے سامنے قتل کروادیا اور "ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم" کا مجسمہ بنے دیکھتے رہے۔ اس فوج کی تعیناتی بھی مسلمانوں کے خلاف ایک سامراجی سازش ہے تاکہ مسلمان نہ اپنا دفاع کرسکیں اور نہ اپنی سرحدوں پر کئے گئے حملے کا جواب دے سکیں۔ باقی تقریباً تمام ممالک (ماسوا ملائشیا) کی سیاسی بساط اور معاشی و اقتصادی مفادات امریکن نیو ورلڈ آرڈر کے زیر نگیں ہیں۔

امام احمد رضا کے مذکورہ نکات اور ان کا پیش کردہ لائحہ عمل حالاتِ حاضرہ کے تناظر میں آج بھی مسلمانانِ عالم کے لئے انتاہی پُرکشش اور بہترین طرزِ عمل کا داعی ہے جتنا کہ ان کے دور میں تھا۔ آج ہمیں موجودہ چیلنج کو قبول کرنے

کی ضرورت ہے۔ ہمارے لئے سب سے بڑا چیلنج یہ ہے کہ ہم اپنی روایت کی تجدید کریں اور ایک نئی تہذیب کی تعمیر کریں۔ کسی بھی تہذیب کی بنیاد انسانوں کی قوت، شخصیت، صلاحیت اور اخلاق پر ہوتی ہے نہ کہ بندوق اور اسلحہ کی قوت پر۔ ہماری سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ ہم اسلام کے ابتدائی اور درمیانی عہد میں ہونے والے تاریخی عمل میں واقع تنوع کا خالص تاریخی شعور نہیں رکھتے۔ ہم اس زمانے کے مسلم معاشرے میں متداول اختلاف آراء و نظریات سے بھی صحیح طور پر واقف نہیں ہیں۔ ماضی کے علمی تراث کے متعلق ہمارے دعووں میں حقیقت کا عنصر بہت تھوڑا ہے، بلکہ وہ زیادہ تر مفروضات پر مبنی ہیں۔[41]

امام احمد رضا اور اصلاح معاشرہ

★نسب پر تفاخر:

دور حاضر میں نسب پر فخر کرنے کی وبا عام ہے، ہر کوئی اپنے آپ کو نسب کے اعتبار سے بڑا ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس شرافت عرفی کو بنیاد بنا کر لوگ اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کو ذلیل سمجھتے ہیں۔ جب کہ امام احمد رضا قدس سرہٗ اس سلسلے میں یہ ارشاد فرماتے ہیں "شرع شریف میں شرافت قوم پر منحصر نہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: انّ اکرمکم عند اللّٰہ اتقٰکم [تم میں زیادہ مرتبے والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ تقویٰ رکھتا ہے۔[42]

کفار کے میلوں میں جانا:

ہندوؤں کے میلوں مثلاً دسہرہ اور دیوالی وغیرہ میں جانے کی بابت آپ سے سوال کیا گیا کہ ہنود کے میلوں میں جانا کیسا ہے؟ کیا تجارت پیشہ لوگوں کا بھی جانا ممنوع ہے؟ تو اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ "ان کا میلہ دیکھنے کے لیے جانا مطلقاً ناجائز ہے، اگر ان کا مذہبی میلہ ہے جس میں وہ اپنے مذہبی نقطۂ نظر سے کفر و شرک کریں گے، کفر کی آواز سے چلائیں گے تو ظاہر ہے ایسی صورت میں جانا سخت حرام ہے، اور اگر مذہبی میلہ نہیں ہے، لہو و لعب کا ہے تب بھی ناممکن ہے، منکرات و قبائح سے خالی ہو، اور منکرات کا تماشہ بنانا جائز نہیں۔ اور اگر تجارت کے لیے جائے تو اگر میلہ ان کے کفر و شرک کا ہے تو جانا ناجائز و ممنوع کہ اب وہ جگہ ان کا معبد ہے اور معبد کفار میں جانا گناہ ہے۔ اور اگر لہو و لعب کا ہے تو خود اس سے بچے۔ ہاں! ایک صورت جواز مطلق کی وہ یہ کہ عالم انہیں ہدایت اور اسلام کی دعوت کے لیے جائے۔ جب کہ اس پر قادر ہو۔ یہ جانا حسن و محمود ہے۔ اگرچہ ان کا مذہبی میلہ ہو، ایسا تشریف لے جانا خود حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بارہا ثابت ہے۔[43]

ابتدا ہی سے اہل مغرب اپنی تمام تر حیلہ بازیوں اور ریشہ دوانیوں سے مسلمانوں کے دلوں سے خوف خدا اور محبت رسول کو نکال پھینکنے کے درپے ہیں، اور اس خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لیے انھوں نے ڈھول تاشے کو بطور

آلہ استعمال کیا اور افسوس کہ وہ اپنے اس منصوبے میں کامیاب ہو رہے ہیں، جس کا کھلا نقصان آج مسلم معاشرے میں دیکھا جارہا ہے کہ ہمارے کمسن بچے اور بچیاں حتیٰ کہ بہت سے عمر رسیدہ اشخاص بھی ناچ گانے میں اس قدر مستغرق ہو چکے ہیں، جیسے انھیں اسلامی طور طریقے سے کوئی مطلب ہی نہیں، ہماری شادیوں اور دیگر تقریبات میں بعض جگہ ناچ گانے، ڈھول تاشے، آتش بازی اور پٹاخے اس قدر عام ہو چکے ہیں، گویا کہ انھیں تقریب کا حصہ گمان کیا جارہا ہے کہ اس کے بغیر محفل بے کیف اور تقریب بے رونق نظر آتی ہے۔ کل تک ایک مرد مومن جن چیزوں کو کرنے سے زمین میں دھنس جانا زیادہ پسند کرتا تھا، افسوس کہ آج انھیں بے حیائیوں کو فیشن کا نام دیا جا رہا ہے۔ در حقیقت ہم اس بات سے نا آشنا ہیں کہ اس کے پیچھے یہودی لابی اور عیسائی باطل قوتیں کام کر رہی ہیں، جو ہمارے اندر سے عشق رسول، مذہبی سوز اور جذبہ وفاداری کو نکال کر ہمارے ایمانی گلستاں کو پژمردہ کرکے ہمارے قلوب و اذہان کو ایمان سے خالی اور عاری کر دینا چاہتے ہیں۔ مجدد قوم و ملت امام احمد رضا محدث رحمۃ اللہ تعالیٰ قوم کی اس غلط روش پر سخت تنبیہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

یہ گانے باجے کہ ان بلاد میں معمول اور رائج ہیں بلاشبہہ ممنوع و ناجائز ہیں، خصوصاوہ ملعون وناپاک رسم کہ بے تمیز احمق جاہلوں نے شیاطین ہنود ملاعین بے بہود سے سیکھی، یعنی مخش گالیوں کے گیت گانا اور مجلس کے حاضرین و حاضرات کو لچھے دار سنانا، سمدھیانہ کی عفیف اور پاک دامن عورتوں کو الفاظ زنا سے تعبیر کرنا کرانا، خصوصا اس بے جا رسم کا مجمع زنان میں ہونا، اس ناپاک فاحشہ حرکت پر ہنسنا قہقہہ لگانا، یہ وہ شنیع گندی مردود رسم ہے، جس پر صدہا لعنتیں اللہ کی اترتی ہیں، اس پر راضی ہونے والے اور اپنے یہاں اس کا انسداد نہ کرنے والے فاسق وفاجر مرتکب کبائر مستحق غضب جبار وعذاب نار ہیں ۔[44]

محرم وصفر میں نکاح

کچھ مسلمانوں میں یہ بات مشہور ہے کہ محرم اور صفر کے مہینے میں شادی نہیں کرنا چاہیے اس تعلق سے امام احمد رضا فرماتے ہیں "نکاح کسی مہینے میں منع نہیں ہے، یہ غلط مشہور ہے۔[45]

طاقوں ودرختوں پر شہید مرد :

بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں درخت پر شہید مرد رہتے ہیں اور اس درخت اور طاق کے پاس جاکر ہر جمعرات کو چاول، شیرینی وغیرہ فاتحہ دلاتے ہیں، ہار لگاتے ہیں، لوبان سلگاتے ہیں اور مرادیں مانگتے ہیں اس بابت امام احمد رضا نے ارشاد فرمایا کہ: "یہ سب واہیات خرافات اور جاہلانہ حماقت اور بطالت ہیں، ان کا ازالہ لازم"۔[46]

شادی کی رسمیں:

آج کل شادیوں میں طرح طرح کی غلط رسم و رواج عام ہو گئی ہیں-وہ مسلمان جو مغربی تہذیب و تمدن کا دیوانہ ہو گیا ہے ان رسموں کو بجالانا اپنے لئے فخر سمجھتا ہے جب کہ امام احمد رضا اس بابت فرماتے ہیں کہ "آتش بازی جس طرح شادیوں اور شب براءت میں رائج ہیں بے شک حرام اور پورا حرام ہے-اسی طرح یہ گانے باجے کہ ان بلاد میں معمول و رائج ہیں بلاشبہ ممنوع و ناجائز ہیں-جس شادی میں اس طرح کی حرکتیں ہوں مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس میں ہرگز شریک نہ ہوں-اگر نادانستہ شریک ہوگئے تو جس وقت اس قسم کی باتیں شروع ہوں یا ان لوگوں کا ارادہ معلوم ہو تو سب مسلمان مرد اور عورتوں پر لازم ہے فوراً اسی وقت [محفل سے] اٹھ جائیں۔[47]

تاش و شطرنج کھیلنا:

بعض اوقات لوگ جب مرنے کے قریب ہوتے ہیں تو لہو و لعب میں شریک ہو جاتے ہیں حالانکہ آخرت کو یاد کرنا چاہیے جو لوگ تاش اور شطرنج کھیلتے ہیں ایسے لوگوں کی اصلاح کرتے ہو اور فکر اسلامی کے فروغ کے لیے امام احمد رضا لکھتے ہیں:

"یہ سب کھیل ممنوع اور ناجائز ہیں اور ان میں چوسر اور گنجفہ بدتر ہیں-گنجفہ میں تصاویر ہیں اور انہیں عظمت کے ساتھ رکھتے ہیں اور وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں یہ اس امر کے سبب سخت گناہ کا موجب ہے"۔[48]

کھڑے ہو کر پیشاب کرنا:

آج کل مغربی تہذیب سے متاثر موڈرن مزاج کے نوجوان لیڈر کہلانے والے نام نہاد مسلمان اونٹ کی طرح کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں جب کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کے بارے میں جب امام احمد رضا سے جب استفسار کیا گیا تو آپ نے فرمایا: "کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ ہے اور طریقۂ نصاریٰ ہے-رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرماتے ہیں: بے ادبی و بد تہذیبی یہ ہے کہ آدمی کھڑے ہو کر پیشاب کرے۔[49]

مردوں کا جٹادھاری چوٹی رکھنا:

آج کل کچھ لوگ جو اپنے آپ کو صوفی اور فقیری لائن کا کہتے ہیں ان لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ لمبی لمبی چوٹی رکھ لیتے ہیں جب کہ امام احمد رضا ایسے لوگوں کی اصلاح کی غرض سے فرماتے ہیں:

کہ "مرد کو چوٹی رکھنا حرام ہے اگرچہ بعض فقیر رکھتے ہیں-کیونکہ حدیث میں آیا ہے: اللہ کی لعنت ہے ایسے مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت رکھتے ہیں اور ایسی عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت پیدا کریں"۔[50]

تندرست کا بھیک مانگنا:

دور حاضر میں میں بہت سے ایسے نام نہاد فقیر اور جوگی ہیں جو تندرست اور اعضاء وغیرہ صحیح سالم ہونے کے باوجود بھیک مانگتے نظر آتے ہیں جب کہ اگر وہ چاہیں تو محنت اور مزدوری کے ذریعہ اپنی ضروریات کی تکمیل کر سکتے ہیں، ایسے لوگوں کے تعلق سے امام احمد رضا ارشاد فرماتے ہیں "قوی تندرست، قابل کسب جو بھیک مانگتے پھرتے ہیں ان کو دینا گناہ ہے اور ان کا بھیک مانگنا حرام، اور ان کو دینے میں حرام پر مدد- اگر لوگ نہ دیں تو جھک ماریں اور کوئی حلال پیشہ اختیار کریں۔ اور تحریر فرماتے ہیں "بے ضرورت شرعی سوال کرنا حرام ہے اور جن لوگوں نے باوجود قدرت کسب بلاضرورت سوال اپنا پیشہ بنالیا ہے وہ جو کچھ اس سے جمع کرتے ہیں سب ناپاک وخبیث ہے، اور ان کا یہ حال جان کر ان کے سوال پر کچھ دینا داخل ثواب نہیں بلکہ ناجائز و گناہ، اور گناہ میں مدد کرنا ہے- جب انہیں دینا ناجائز تو دلانے والا بھی داعی علی الخیر نہیں بلکہ داعی علی الشر ہے"۔[51]

حاصل کلام یہ ہے کہ امام احمد رضا خان قادری محدث قدس سرہٗ نے فرد اور معاشرے میں پائی جانے والی ہر طرح کی برائیوں، خرابیوں، بدعتوں، فضول وبے جا اور بے ہودہ رسموں اور خلاف شرع رواجوں کی اصلاح میں خوب خوب تگ ودو فرمائی جیسا کہ امام احمد رضا کے مندرجہ بالا چند فرمودات، تحریرات وارشادات وفتاویٰ سے یہ بات بالکل آشکارا ہے-

فکر اسلامی کو مسلم فرد کے اذہان وقلوب میں راسخ کرنے اور مسلم معاشرے میں اس کے عملی غلبے واستحکام کے لیے تعلیم وابلاغ وتزکیہ پر مبنی درست سمت میں کوششوں کو فزوں تر کیا جائے تا کہ اس سے مطلوبہ نتائج عملاً نکلتے نظر آئیں۔

خلاصہ:

اللہ کریم کی حکمت ہے کہ ہر عظیم شخصیت کو زمانی ضروریات وتقاضوں کے مطابق نوازتا ہے۔ عہدِ غزالی میں نظریاتی برائیوں اور شعور سے وراءُالوریٰ عقائد کے انکار کی مادی فکر کے مقابل فلسفۂ اسلامی کی بلندیوں سے نواز کر اصلاحِ عقیدہ کا ساماں کیا گیا۔ مجدد الف ثانی کے دور میں عظمت توحید پر حملہ تھا، انھیں توحید کی ناقابلِ تردید سچائیوں کے اظہار کے لیے عقلی وروحانی علوم سے آراستہ کیا گیا۔ یوں ہی عہدِ استعمار میں ناموسِ رسالت پر چہار جانب سے حملہ تھا، آریا، انگریز و اُنکے ہمنواؤں کی یورش نے ناموسِ رسالت پر شب خوں مارا، ان حالات میں مشیت نے استدلال کی ناقابلِ تردید صلاحیتوں سے امام احمد رضا کو نوازا، اور محبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درس سے آپ نے اسلام کی عظیم خدمت انجام دی۔ خلافِ شریعت راہوں کا خاتمہ کیا، منکرات کے مقابل راہِ سُنّت کو اُجاگر کیا۔ بے شرع پیروں کے خلاف آپ نے فتاوے صادر فرمائے۔ امام احمد رضا کے عہد میں سائنس وفلسفہ کا بڑا زور تھا، انگریز نے ایجادات وسائنسی ترقیات کے ذریعے یہ گمان کر لیا تھا کہ اب اسلامی عقائد؛ سائنس کے سامنے زیر اور

سپر ہو جائیں گے، اور اگلی صدیاں سائنس کے غلبے کی ہوں گی۔ ایسے میں اسلامی عقائد کے تحفظ کے لیے آپ نے سائنس و فلسفہ کے مقابل قرآنی حقائق پیش کیے اور "سائنسی نظریات کو قرآن کی کسوٹی پر پرکھنے" کی فکر دے کر فکری و مادی حملوں سے اسلام کا تحفظ کیا۔ اس ضمن میں آپ نے اسلامی فکر دی؛ قرآن و سائنس سے نصرانی سائنسی افکار کی تردید میں علم و فن کے جوہر دکھائے؛ ان کے جلوے: فوزِ مبین در ردِ حرکتِ زمین؛ نزولِ آیاتِ فرقان بسکونِ زمین و آسمان؛ الکلمۃ الملہمۃ؛ کشف العلۃ؛ معین مبین بہر دور شمس و سکونِ زمین" میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں، ان میں علمِ لدنی کے وہ جلوے دکھائے ہیں؛ جن کے مطالعہ سے علمی بلندی اور ایمان کی تازگی حاصل ہو، قرآن مقدس کے بعد کثیر احادیث سے استدلال وہ خوبی ہے جو بے مثل ہے، عموماً معاصرین کے یہاں کسی موضوع پر دلیل میں چند احادیث پر ہی اکتفا ملتا ہے، آپ ایک موضوع پر درجنوں اور کہیں تو سیکڑوں احادیث سے مع روایت و درایت استنباط کرتے ہیں، امام احمد رضا نے فرقہ پرستوں کے فتنہ و حرب سے اس وقت مسلمانوں کو باخبر کیا جب کہ اس قدر نقصان نہیں ہوا تھا، اس دور میں گاندھی کے سائے میں بڑے بڑے اصحابِ جبہ پناہ گزیں تھے، کاش! مشرکوں سے متعلق مسلمان آپ کی آواز پر بیدار ہو لیتے تو ہزاروں فسادات جھیلنے نہ پڑتے اور مسلمانوں کی حق تلفی کا تسلسل بھی شاید ظہور میں نہ آتا۔ تحریکِ ترکِ موالات نے مسلمان اساتذہ کی جائز ملازمتیں چھڑائیں، طلبا کو تعلیم سے کاٹ دیا، مسلمان جاہل اور مشرک تعلیم یافتہ ہوئے، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور مدرسہ عالیہ کلکتہ تباہ ہوئے؛ اور ہندو یونیورسٹی بنارس پھلی پھولی، یہیں سے مسلمان تعلیمی میدان میں ایسے پیچھے ہوئے کہ اب تک سر نہ اُٹھا سکے، امام احمد رضا نے شرعی بنیادوں پر ترکِ موالات کی مخالفت کی تھی، آپ کی مومنانہ فراست مستقبل کے خدشات دیکھ رہی تھی، مسلمان آپ کے فتاویٰ پر عمل کر لیتے تو تعلیمی پستی نہ آتی اور سچر کمیٹی کی رپورٹ کا منفی ریمارک مشاہدہ نہ ہوتا۔ آپ نے اسلامی تمدن کی بقا کے لیے انگریزی تمدن سے ہر رُخ سے نفرت کا درس دیا اور نصاریٰ کی تذلیل اور مسلم تشخص کی بقاء کے لیے اسلامی شعائر پر عمل کی ترغیب دی۔ مشرکین و نصاریٰ کے مراسم کی سخت مذمت کی۔ جن پر آپ کی متعدد کتابیں موجود ہیں۔ مسلمانوں کو مرتد بنانے والی "شدھی کرن" تحریک کے مقابل جماعت رضائے مصطفٰی قائم کر کے لاکھوں افراد کے ایمان کی حفاظت کی۔

حوالہ جات

[1]۔ آل عمران،190:3

[2]۔ صدیقی،ڈاکٹر نجات اللہ،عصر حاضر میں اسلامی فکر۔چند توجہ طلب مسائل،ج13،ش7،جولائی2002ء

[3]۔ فاروقی،ضیاء الحسن، فکر اسلامی کی تشکیل جدید،ذاکر حسین انسٹیٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیز، نئی دہلی، ص44

[4]۔ ندوی،اجتباء، تاریخ فکر اسلامی،دار المصنفین۔ص:11،2012ء

[5]۔ البقرہ189:2

[6]۔الاسراء85:17

[7]۔ ماہنامہ ”دارالعلوم“ دیوبند،بھارت۔شمارہ جنوری فروری1474،ص64

[8]۔ روزنامہ جنگ، 5دسمبر 2016

[9]۔ ایضا

[10]۔ نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان،ص56،ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی2005ء

[11] محمد ہارون،ڈاکٹر،امام احمد رضا کی عالمی اہمیت،نوری مشن مالیگاؤں،ص8۔4،2008ء

[12]۔ محمد اقبال،بانگ درا،حصہ سوم، تعلیم اوراس کے نتائج،زبان وادب لائبریری،ص91

[13]۔ احمد رضا، فتاویٰ رضویہ (جدید)ج23،ص533،برکات رضا پوربندر گجرات،انڈیا،2013ء

[14]۔ سائنس کے فروغ میں مسلمانوں کا حصہ،مترجم رضا فاروقی، مشمولہ تبرکات مبلغ اسلام،ص441،اویسی بک اسٹال گوجرانوالہ2004

[15]۔ محمد ہارون،ڈاکٹر،اسلام اور سائنس کے حدود،ص48،رضا اکیڈمی برطانیہ2006ء

[16]۔ بدر، حکیم محمد حسین،سات ستارے،ص42،کنز الایمان سوسائٹی2006ء

[17]۔ محمد ہارون،ڈاکٹر امام احمد رضا کے جدید اصلاحی اسلامی تعلیمی نظریات،ص14،رضا اکیڈمی یوکے2005ء

[18]۔ اسلامک کلچر،ص265،مطبوعہ لندن1942ء

[19]۔ الحجر29:15

[20]۔ احمد رضا خان، فتاوی رضویہ،ج22ص41،طبع:رضا فاؤنڈیشن لاہور، سن اشاعت:2005ء

[21]۔ فتاوی رضویہ،ج29ص340

[22]۔ شاعر مشرق،علامہ محمد اقبال،کلیات اقبال،ضرب کلیم،ص527،مطبوعہ نیشنل بک فاؤنڈیشن،لاہور، سن اشاعت:1990ء

[23]۔ فتاوی رضویہ،ج22ص109

[24]۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی،ج2،ص386،رقم الحدیث:1162،دار الغرب الاسلامی،بیروت،1998ء

[25]۔ فتاویٰ رضویہ،ج22،ص81

[26]۔ فتاویٰ رضویہ ٗج:21ص:114

[27]۔ فتاویٰ رضویہ ٗج:21ص:114

[28]۔ فتاویٰ رضویہ، ج22، ص452-451

[29]۔ امام احمد رضا، ملفوظات اعلی حضرت، ص354، مجلس المدینۃ العلمیۃ، کراچی

[30]۔ احمد رضا، احکام شریعت حصہ اول ص62، نظامیہ کتاب گھر، لاہور، 2015ء

[31]۔ ایضاص18

[32]۔ جامع ترمذی، رقم الحدیث:1209

[33]۔ غزالی، ابو احامد، احیاء العلوم، ص504، دار ابن حزم، بیروت، 2005ء

[34]۔ فتاویٰ رضویہ ج7، ص111 تا119

[35]۔ رسائل رضویہ، ج15، رسالہ نمبر4، مکتبۃ المدینہ، کراچی، 1331ھ

[36]۔ احمد رضا، تدبیر فلاح و نجات و اصلاح، ص13-14، مطبوعہ نوری مشن مالیگاؤں

[37]۔ فتاویٰ رضویہ، ج17، ص269،

[38]۔ سورہ توبہ 9:111

[39]۔ فتاویٰ رضویہ ج15 ص16

[40]۔ فتاویٰ رضویہ، ج14، ص114

[41]۔ ڈاکٹر ابراہیم، موسیٰ، اسلامی فکر و تہذیبی روایت کے احیاء کی ضرورت، ماہنامہ الشریعۃ، اکتوبر 2020

[42]۔ فتاویٰ رضویہ ج5 ص245

[43]۔ احمد رضا، عرفان شریعت، ج1 ص27، 26 ملخصاً، مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد، 2013ء

[44]۔ فتاویٰ رضویہ، ج23، ص54

[45]۔ امام احمد رضا، ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص95، المکتبۃ المدینہ، کراچی، 2010

[46]۔ احکام شریعت حصہ اول، ص13

[47]۔ فتاویٰ رضویہ، ج23، ص54

[48]۔ فتاویٰ رضویہ ج10 ص44

[49]۔ احمد رضا، فتاویٰ افریقہ، مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد، ص4، 2004ء

[50]۔ امام احمد رضا، ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص281

[51]۔ فتاویٰ رضویہ ج4 ص448